رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق
قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۳ جون ۱۹۳۸ء

مومن ہر حالت میں منعم علیہ گروہ میں شامل ہوتا ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے مومن کو ایک ایسی دعا سکھلائی ہے۔ جو کئی معنوں میں اپنی جلوہ گری کرتی اور قرآن کریم کے مطالب کی وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ دعا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ کہ اے ہمارے رب تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام نازل کیا۔ ادھر تو یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ دوسری طرف قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ

مومن کی دعا رد نہیں کی جاتی

چنانچہ سورۂ بقرہ میں جہاں روزوں کے فرض کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم نے روزے فرض کئے ہیں۔ تاکہ تم میں کامل تقوےٰ پیدا ہو۔ یہ روزے خدا تعالےٰ کے اس عہد کا نشان ہیں۔ جو قرآن کریم کے نزول کے ذریعہ سے اس نے دنیا سے باندھا ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کا نشان ختنہ تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد کا نشان رمضان کے روزے ہیں۔ اور امتِ محمدیہ ان دونوں عہدوں کی وارث بنائی گئی ہے۔ اور اس میں ختنہ ابراہیمی عہد کے اجراء کی علامت ہے۔ اور رمضان کے روزے محمدی عہد کے اجراء کی علامت ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہر عبادت کا ایک بدلہ ہے۔ اور روزہ کا بدلہ میں خود ہوں اس عہد کی طرف اشارہ کرتا ہے)

پس تم کو چاہیئے۔ کہ اس عہد کو پورا کرو۔ اور ہمیشہ اس عہد ہدایت کی یاد میں اللہ تعالےٰ کی تکبیر بلند کرتے رہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے حقیقی عبد ہونے کا ثبوت دو۔

پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرہ) اور جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت سوال کریں۔ تو انہیں کہہ دے۔ کہ میں جس نے تم سے یہ نیا عہد باندھا ہے۔ تمہارے قریب ہی ہوں۔ اس عہد کے اندر آئے ہوئے ہر شخص کی جب وہ مجھے پکارے دعا کو میں سنتا ہوں۔ پس چاہیئے۔ کہ وہ بھی میرے اس عہد میں کامل طور پر داخل ہوں۔ اور میری امداد پر یقین رکھیں۔ تاکہ انہیں رشد و ہدایت کا راستہ مل جائے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ جو بھی الٰہی عہد کے تابع ہو کر دعا کرتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ قرآنی اصطلاح کے مطابق مومن کامل یا عبد ہو کر دعا کرتا ہے۔ اسکی دعا ضرور سُنی جاتی ہے اور کبھی ضائع نہیں جاتی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل) (یاد مجھے یہ تو بتاؤ کہ) وہ کون ہستی ہے۔ جو سب طرف سے مایوس ہو کر دعا کرنے والے کی طرف جھکتی ہے۔ اور اسکی مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔ یعنی ایسی ہستی اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ مضطر ہوتے ہیں۔ ان کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں۔ خواہ عیسائی ہوں خواہ سکھ ہوں۔ خواہ پارسی ہوں۔ اور خواہ دنیا کے کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں جب کبھی اضطرار کے ساتھ وہ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالےٰ ان کی دعا کو سن لیتا ہے۔ وجہ یہ کہ ان کی وہ حالت بھی درحقیقت ایمان کی حالت ہوتی ہے۔ کیونکہ

ایک مومن اور غیر مومن میں فرق

یہی ہے۔ کہ مومن خدا تعالےٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اور غیر مومن خدا تعالےٰ پر کامل ایمان نہیں رکھتا۔ ورنہ تھوڑا بہت ایمان ہر شخص میں پایا جاتا ہے۔ حتےٰ کہ ایک دہریہ کے دل میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ دہریہ بھی کسی نہ کسی بالا طاقت کا ضرور اقرار کرتا ہے۔ پس اگر ایک مومن اور غیر مومن میں فرق ہے۔ تو یہی کہ مومن خدا تعالےٰ کو ایسی صورت میں دیکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس کے بعد اسے کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اور غیر مومن اسے ایسی صورت میں دیکھتا ہے جس کے ساتھ بہت سے شکوک وابستہ ہوتے ہیں۔ ورنہ تھوڑا بہت ایمان ہر ایک میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جب کافر پر بھی حالت اضطرار آتی ہے۔ تو اس کا وہ شک جو خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق اس کے دل میں پایا جاتا ہے۔ وقتی طور پر دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اضطرار کی مثال آگ کی سی ہے۔ جس طرح آگ میں اگر تنکے ڈالے جائیں۔ تو وہ جل جاتے ہیں۔ لکڑی ڈالی جائے۔ تو وہ بھسم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

اضطرار کی آگ

شکوک و شبہات کے خس و خاشاک کو بالکل جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک غیر مومن کے دل میں اسی وقت اضطرار پیدا ہوتا ہے۔ جب اس کے دیوی دیوتا اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ جب اس کے اپنے گھڑے ہوئے خدا اسے بالکل ناکارہ اور بےکار نظر آتے ہیں۔ جب اس کے اپنے اختیار کئے ہوئے عقائد اسے غیر مکتفی دکھائی دیتے ہیں۔ اور جبکہ ساری دنیا سے نگاہیں ہٹ کر صرف ایک خدا کی ذات اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اور وہ گڑگڑاتے اور روتے ہوئے خدا تعالےٰ کے سامنے یہ کہہ کر گر جاتا ہے۔ کہ اے خدا میری مدد کر۔ جب یہ کیفیت کسی شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو عارضی طور پر وہ اس وقت مومن ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسکی دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ تو غیر مومن کے لئے

مضطر کی شرط

ہے۔ مگر مومن کے لئے محض الداع ہونے کی شرط ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ اس پر اضطرار کی حالت وارد ہو یا نہ ہو۔ اور وہ ہلاکت کے قریب پہنچے یا نہ پہنچے۔ اللہ تعالےٰ اسکی دعا کو سن لیتا ہے۔ تو اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں مومن کی دعا کی طرف اشارہ ہے۔ اور امّن یجیب المضطر میں مومن اور کافر سب کی دعا کی طرف اشارہ ہے۔ اب جو خدا کافر اور مومن دونوں کی دعائیں سننے والا ہے۔ کافر کی اس وقت جب وہ مضطر ہو کر بمنزلہ مومن ہو جاتا ہے۔ اور مومن کی اس وقت جب وہ شرعی قواعد کے مطابق خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوتا ہے جیسا کہ الداع کے لفظ میں ال کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ خود مومنوں کو ایک دعا سکھائے۔ اور پھر اسے رد کر دے۔ اب یہ جو فرمایا ہے۔ کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ خدایا ہمیں سیدھا رستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راہ جو منعم علیہم ہیں۔ اور جن پر تیری رحمتیں نازل ہوئیں۔ اس سے دو باتیں نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ

اللہ تعالےٰ ہر مومن کو منعم علیہ بنانا چاہتا ہے

اپنے اپنے درجہ اور مقام کے مطابق کسی کو زیادہ اور کسی کو کم۔ جیسے سکولوں میں انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ تو جماعت کے فرق کے لحاظ سے کسی کو تھوڑا انعام ملتا ہے۔ اور کسی کو بہت۔ جو پرائمری میں اول رہتا ہے۔ اسے بھی انعام ملتا ہے۔ جو مڈل میں اول رہتا ہے اسے بھی انعام ملتا ہے۔ اور جو انٹرنس کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اول نکلتا ہے۔ اسے بھی انعام کے طور پر وظیفہ ملتا ہے۔ اور ایف۔اے اور بی۔اے میں اول رہنے والوں کو بھی وظائف ملتے ہیں۔ مگر سارے وظائف ایک مقدار کے نہیں ہوتے۔ پرائمری میں اول رہنے والے یا ضلع بھر میں اول نکلنے والے کو جو وظیفہ ملتا ہے۔ وہ پانچ سات روپے کا ہوتا ہے۔ اور انعام میں اسے جو چیزیں ملتی ہیں۔ وہ بھی دو چار روپے کی ہوتی ہیں۔ لیکن انٹرنس کے امتحان میں تمام یونیورسٹی میں اول رہنے والے کو بیس پچیس بلکہ تیس روپیہ تک کا وظیفہ مل جاتا ہے۔ اور ایف۔اے اور بی۔اے میں جو اول نکلتے ہیں۔ انہیں تو اس سے بھی زیادہ وظیفہ اور انعام ملتا ہے۔ تو گو

منعم علیہ سارے ہی ہیں

اس پر بھی انعام ہوا۔ جو پرائمری میں اول رہا۔ اور اسے بھی انعام ملا۔ جو بی۔اے میں اول رہا۔ مگر انعاموں میں فرق ہے۔ ایک کو اعلےٰ درجے کا انعام ملا۔ اور ایک کو کم درجے کا۔ تو ایک بات اس دعا میں یہ بتائی گئی ہے۔ کہ جو مومن ہوگا۔ وہ ضرور منعم علیہ ہوگا ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو یہ دعا کبھی نہ سکھائی جاتی۔

دوسری بات جس کا اس جگہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اس جگہ

منعم علیہ کے لفظ سے دنیا کے عام انعام مراد نہیں

اول تو اس لئے کہ وہ ہر ایک کو نصیب ہیں۔ مثلاً آنکھیں اللہ تعالےٰ کا ایک انعام ہیں۔ مگر کیا یہ انعام کافروں کو حاصل نہیں۔ کیا ہندوؤں کی آنکھیں نہیں۔ کیا سکھوں۔ عیسائیوں اور دہریوں کی آنکھیں نہیں۔ یا کان اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہیں۔ مگر کیا یہ کافروں کو نہیں ملے ہوئے۔ یا ہاتھ پاؤں اللہ تعالےٰ کی نعمت ہیں۔ مگر کیا کفار کے ہاتھ پاؤں نہیں۔ یا دُنیوی دولت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ مگر کیا یہ نعمت ان کو میسّر نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور مومنوں کی نسبت کافر ہزاروں درجے زیادہ امیر ہیں۔ یا اگر عمارتوں اور مکانوں کا ہونا اللہ تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ تو یہ نعمت بھی ان کو حاصل ہے۔ بلکہ مومنوں سے زیادہ حاصل ہے۔ اسی طرح حکومت اور دبدبہ اور شوکت بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ مگر بعض حالات میں جیسے آج کل کا زمانہ ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کی نسبت کفار کو زیادہ حاصل ہوتی ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں جن انعامات کا ذکر ہے۔ وہ بعض مخصوص قسم کے انعامات ہیں۔ جو صراط مستقیم کے ساتھ تخصیص رکھتے ہیں۔ اور جب تک انسان صراط مستقیم پر قائم نہیں ہوتا۔ وہ انعامات حاصل نہیں ہوتے۔ گویا

دو قاعدے

ہیں۔ جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ہر مومن کے لئے منعم علیہ ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تسلیم کرنا کہ کوئی شخص مومن تو ہے۔ مگر اسے صراط مستقیم نہیں ملا۔ بالکل غلط بات ہوگی۔ اور اس فقرہ کو اگر ہم سادہ اردو میں بیان کریں۔ تو یوں بنے گا۔ کہ فلاں شخص بڑا مومن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اب کیا کوئی شخص مان سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص مومن بھی ہو۔ اور خدا تعالےٰ سے اس کا تعلق بھی نہ ہو۔ جب صراط مستقیم کے معنے اللہ تعالےٰ سے تعلق کے ہی ہیں۔ تو یہ کہنا۔ کہ فلاں مومن ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس کا تعلق نہیں۔ بےہودہ بات ہوگی۔ جو بھی مومن ہوگا۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ اس کا ضرور تعلق ہوگا۔

پس اھدنا الصراط المستقیم میں درحقیقت حصول ایمان کے متعلق یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ کہ اے خدا ہمارے ایمان کو کامل کر۔ اور ہمیں منعم علیہ گروہ میں شامل فرما۔ گویا منعم علیہ گروہ میں شامل ہونا ایمان کے کمال کی ایک علامت ہے۔ اور ایمان کے کمال کے دوسرے معنے منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کے ہیں۔ پس ہر مومن اپنے اپنے درجہ کے مطابق منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ جو انعام اس جگہ مذکور ہے۔ وہ ایسا نہیں جیسے دنیوی رتبے یا جائیدادیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں۔ مگر اس درجہ کی نہیں۔ جس درجہ کی نعمتوں کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دنیوی نعمتیں ان روحانی نعمتوں کی محض توابع ہیں۔ جیسے آقا کے ساتھ خادم ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی نعمتوں کے ساتھ یہ بطور خادم ہوتی ہیں۔ آخر جس انسان کو اللہ تعالےٰ جہاد کی توفیق دے گا۔ اسے دولت بھی بخشیگا۔ اسے فتح بھی دے گا۔ اسے مال غنیمت بھی عطا کرے گا۔ مگر یہ چیزیں اس کا مقصود نہیں ہوں گی۔ یہ ادنےٰ نعمتیں ہیں۔ جو اسے حاصل ہوں گی۔ ورنہ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ جو بہت بڑی چیز ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے ایک دوست دوسرے دوست کے ہاں بعض دفعہ ملاقات کے لئے چلا جاتا ہے۔ تو وہ اسکی خاطر تواضع کے لئے اس کے لئے کھانا پکواتا ہے۔ اور اگر امیر ہو۔ تو کئی کئی قسم کے کھانے تیار کراتا ہے۔ اور اگر غریب ہو۔ تب بھی وہ اچھی سے اچھی چیز اس کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ کھانا اس کا مقصود نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا

اصل مقصد

دوست سے ملاقات کرنا ہوگا۔ اور وہ چاہے گا۔ کہ میں اپنے دوست کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ چاہے کھانا مجھے ملے یا نہ ملے اسی طرح اس دنیا کی نعمتیں مومن کو مل تو جاتی ہیں۔ مگر وہ اس کا مقصود نہیں ہوتیں۔ مقصود والا انعام بالکل اور ہے۔

اب وہ انعام جو اس دعا کے نتیجہ میں مومن کو ملتا ہے۔ وہ کچھ بھی ہو۔ قرآن کریم انعام الٰہی کے متعلق یہ ہدایت دیتا ہے۔ کہ اَمّا بنعمت ربّک فحدّث۔ تو اپنے رب کی نعمت کو لوگوں کے سامنے پیش کر۔ اپنے عمل سے بھی اور اپنے قول سے بھی۔ کیونکہ تحدیث بالنعمت کے لفظی معنے گو صرف اتنے ہی ہیں۔ کہ نعمت کو بیان کرنا۔ مگر عربی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے

تحدیث بالنعمۃ کے معنے

یہ ہیں۔ کہ شکرگزاری کے طور پر عملی رنگ میں دنیا پر یہ ظاہر کرنا کہ میں اس نعمت کی واقعہ میں قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ تحدیث باب تفعیل سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اور یہ باب معنوں میں کثرت و وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ کسی کو کوئی خاص اعزاز حاصل ہو۔ یا بڑا انعام ملے۔ تو وہ اس خوشی میں لوگوں کی دعوت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ دعوت کر رہا ہوں۔ حالانکہ وہ اس وقت کھانا کھلا رہا ہوتا ہے۔ کوئی تقریر نہیں کر رہا ہوتا۔ اور اگر بالفرض وہ کھانا نہ کھلائے اور محض لوگوں کو بُلا کر یہ خبر سنا دے۔ کہ مجھے فلاں اعزاز حاصل ہوا ہے۔ تب بھی لفظی طور پر وہ تحدیث بالنعمت کا مفہوم پورا کر سکتا ہے۔ لیکن محاورہ کے لحاظ سے تحدیث بالنعمت کے جو معنے ہیں۔ ان کو وہ پورا کرنے والا نہیں ہوگا۔ اگر کسی کو خان بہادر کا خطاب ملے۔ اور وہ لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک تقریر شروع کر دے۔ اور کہے۔ لوگو مجھے خان بہادر کا خطاب ملا ہے۔ اور میں آپ سب کو اسکی اطلاع دیتا ہوں۔ تو لوگ اسکی یہ بات سنکر ہنسیں گے اور کہیں گے۔ میاں اگر تم نے صرف اتنی بات بتانی ہی تھی۔ تو ہمیں اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم اخباروں میں ہی یہ خبر پڑھ سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ اس خوشی میں اپنے دوستوں کی دعوت کرتا ہے اور انہیں کھانے یا چائے پر مدعو کرتا ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے تحدیث بالنعمت کی۔ یا کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ تو لفظی طور پر تحدیث بالنعمت کا مفہوم ادا کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ وہ لوگوں سے کہدے کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ لیکن محاورہ کے طور پر تحدیث بالنعمت کا مفہوم اس وقت تک ادا نہیں ہوگا۔ جب تک وہ غریبوں کو کھانا نہ کھلائے۔ یا انہیں کپڑے نہ پہنائے۔ ہاں جب وہ غریبوں کو کھانا کھلاتا یا ننگوں کو کپڑے پہناتا۔ اور اللہ تعالےٰ کی نعمت کا عملی رنگ میں شکریہ ادا کرتا ہے۔ تب کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے تحدیث بالنعمت کی۔ تو اَمّا بنعمۃ ربّک فحدّث کے صرف یہی معنے نہیں۔ کہ تو لوگوں سے یہ کہدے۔ کہ مجھے فلاں انعام ملا۔ اور گو لفظی طور پر یہ معنے بھی درست ہیں۔ مگر محاورہ کے لحاظ سے درست نہیں۔ کیونکہ محاورہ میں تحدیث بالنعمت کے یہ معنے ہیں۔ کہ منہ سے اقرار کرے۔ اور عملاً کوئی ایسا فعل کرے۔ جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس نے واقعہ میں اس نعمت کی قدر کی ہے پس اما بنعمۃ ربّک فحدّث کے یہ معنی ہیں۔ کہ تم پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو نعمت نازل ہو۔ اس کا زبان سے اظہار کرو۔ اور اس کے شکریہ میں ایسے اعمال بجالاؤ۔ جو دنیا کو فائدہ اور آرام پہنچانے والے ہوں۔ جب کوئی شخص ان دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے تحدیث بالنعمت کرتا ہے۔ تو اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر کی۔ اب ایک طرف اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ کہ مجھ سے انعام مانگو۔ اور دوسری طرف اس کے سیاق و سباق سے اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے جو چیز مانگی جائے۔ بالخصوص ایسی چیز جس کے مانگنے کا وہ خود حکم دے۔ وہ انسان کو ضرور دیتا ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ تم اس نعمت کا اظہار کرو۔ جو تمہیں ملے۔ اور شکر اور امتنان کا کوئی طریقہ اختیار کرو۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ تم

اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر

کرنے والے ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مومن کو جو نعمت ملتی ہے۔ اور جس کا اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کیا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سب سے اعلےٰ نعمت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے نبوت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو یہ سکھلایا ہے۔ کہ تم ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہو۔ کہ اللہ تعالےٰ تم میں اپنی اس نعمت نبوت کو قائم رکھے۔ اب نبی اپنی نعمت کی تحدیث بالنعمت کس طرح کرتے ہیں۔ سو یہ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ

نبی اپنی نعمت کی تحدیث

اس طرح کرتے ہیں۔ کہ وہ دنیا کو الٰہی پیغام پہنچاتے چلے جاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ لوگ انہیں دکھ دیں۔ ان کا بائیکاٹ کریں۔ انہیں گالیاں دیں۔ انہیں ماریں یا انہیں پیٹیں۔ وہ اپنی بات لوگوں کے کانوں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس نعمت کا عملی رنگ میں شکریہ یہی ہے۔ کہ ہم تمام دنیا کے عذاب اپنے سر پر اٹھالیں۔ پھر ان کی امتیں ان کی تابع ہو کر ساری دنیا میں تبلیغ دین کرتیں اور لوگوں کو

صداقت کی طرف دعوت

دیتی ہیں۔ وہ بھی بڑے بڑے دکھ اٹھاتی ہیں۔ اور ان پر بھی بڑے بڑے مصائب وارد ہوتے ہیں۔ حتّٰی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ پہلے انبیاء کی جماعتوں میں بعض ایسے لوگ گزرے ہیں۔ جنہیں دشمنوں نے آروں سے چیر ڈالا۔ مگر انہوں نے اُف تک نہ کی۔ ہماری اپنی جماعت میں بھی اس رنگ کی تحدیث بالنعمت کے بعض واقعات موجود ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو جس وقت شہید کیا گیا ہے۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہ ادھر ان پر پتھر پڑ رہے تھے۔ اور ادھر وہ اللہ تعالےٰ کے حضور یہ دعا کرتے جا رہے تھے۔ کہ یا اللہ میری قوم نادانی سے یہ فعل کر رہی ہے۔ تو اسے معاف کر دے۔ یہ سچی تحدیث بالنعمت ہے۔ جو ان سے ظاہر ہوئی۔ کہ آخری وقت بھی ان کے دل میں یہی خیال آیا۔ کہ میں نے جس عظیم الشان نعمت کو حاصل کیا ہے۔ مجھے عذاب دینے والے اس سے محروم نہ رہیں۔ اور چاہے وہ مجھے دکھ دے رہے ہیں۔ میں ان کے متعلق یہی دعا کروں۔ کہ خدا انہیں معاف کرے۔ اور انہیں احمدیت کی شناخت کی توفیق عطا کرے۔

غرض نبوت پہلا اور سب سے بڑا انعام ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ کو دیتا ہے پھر اس سے اتر کر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

صدیقیت کا مقام

ہے۔ جب انسان نبیوں کے نقش قدم پر چلتے چلتے اس قدر بلند مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اس سے نبیوں والا سلوک شروع کر دیتا ہے۔ وہ نبی نہیں ہوتے۔ مگر خدا تعالےٰ کی غیرت ان کے لئے ایسی ہی بھڑکتی ہے۔ جیسے نبیوں کے لئے۔ وہ نبی نہیں ہوتے۔ مگر اللہ تعالےٰ ان کی زبان پر اسی طرح صداقت جاری کرتا ہے۔ جس طرح نبیوں کی زبان پر۔ وہ کامل مظہر ہو جاتے ہیں اس مقام کا کہ لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم۔ جس چیز کو وہ کہدیں کہ یہ دین ہے۔ خدا تعالےٰ اسی کو قائم کرتا ہے۔ اور جس چیز کو دنیا دین کہہ رہی ہو۔ خدا تعالےٰ اسے مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ درحقیقت یہ نبوت کا مقام ہی ہے۔ کیونکہ نبی ہی ہیں۔ جو

دین کے قیام کے لئے

بھیجے جاتے ہیں۔ اور گو وہ نبی نہیں ہوتے۔ مگر نبوت کے مقام کے اتنے قریب ہوتے ہیں۔ کہ گویا وہی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح لوہا جب آگ میں ڈالا جائے۔ تو آگ کی شکل اور گرمی اور خواص سب اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انبیاء کے اتنے قریب ہوتے ہیں۔ کہ ان کی تمام خصوصیات کے ایک حد تک حامل ہو جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے۔ تو گو وہ انگارہ نہیں بن جاتا۔ مگر پھر بھی آگ کے تمام خواص ظاہر کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ ویسے ہی جلاتا ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے۔ وہ ویسے ہی گرمی پہنچاتا ہے جیسے آگ گرمی پہنچاتی ہے۔ وہ ویسی ہی شکل رکھتا ہے۔ جیسی آگ کی شکل ہوتی ہے۔ غرض رنگ شکل اور خواص کے لحاظ سے اس میں اور آگ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح صدیق مقام نبوت کے اتنے قریب ہو جاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کی باتوں کو نبیوں کی باتیں قرار دے دیتا ہے۔ جس طرح نبیوں کی باتوں کو وہ اپنی باتیں قرار دیتا ہے۔

پھر تیسرا گروہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ شہداء کا ہوتا ہے۔ اور گو شہداء کے لئے خدا تعالےٰ کی غیرت اتنی نہیں بھڑکتی۔ جتنی صدیقوں کے لئے بھڑکتی ہے۔ پھر بھی وہ چلتے پھرتے خدا تعالےٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں اگر کسی نے

چلتے پھرتے جنتی

کو دیکھنا ہو۔ تو ان کو دیکھ لے۔ اگر دنیا میں کسی نے خدا تعالےٰ کے پیاروں کو دیکھنا ہو۔ تو ان کو دیکھ لے۔ وہ خدا تعالےٰ کی صفات کے ظہور کے لئے آئینہ کا رنگ رکھتے ہیں۔ مگر ان میں اور صدیق میں ایک فرق ہوتا ہے۔ یعنی صدیق کی مثال تو ایک ایسے آئینہ کی ہے۔ جس میں تصویر ثبت کر دی گئی ہے۔ جسے جب بھی دیکھو۔ اس میں محبوب کے ہو بہو خط و خال نظر آئیں گے۔ آج دیکھو تو آج اور کل دیکھو تو کل۔ لیکن شہید کی مثال اس آئینے کی طرح ہے۔ جو گو بنایا اسی لئے گیا ہے۔ کہ محبوب کا چہرہ اس میں نظر آئے۔ مگر پھر بھی اس میں محبوب کی تصویر مستقل طور پر کندہ نہیں ہے۔ بایں ہمہ شیشہ اپنی ذات میں بھی ایک قیمتی اور مصفےٰ چیز ہوتا ہے۔ جب محبوب کا چہرہ اس میں نظر آ رہا ہو۔ تب بھی وہ قیمتی ہوتا ہے۔ اور جب محبوب کا چہرہ اس میں نظر نہیں آ رہا ہوتا۔ تب بھی وہ قیمتی ہوتا ہے۔ مگر بہر حال اس آئینہ میں محبوب کی تصویر دائمی طور پر ثبت نہیں کر دی جاتی۔ ہاں اکثر اس میں محبوب کی شکل نظر آتی ہے۔ کیونکہ شہید وہ آئینہ ہے۔ جو ہر وقت محبوب کے سامنے رکھا رہتا ہے۔ جیسے لوگ کام کی میز پر یا رہائش کے کمرہ میں آئینہ لگا دیتے ہیں۔

پس شہید کی مثال ایسے شیشے کی سی ہے۔ جو قریبًا ہر وقت سامنے رہتا ہے۔ یوں تو اس کے ہر دوسرے لحظ کا عکس مختلف ہوتا ہے لیکن بوجہ اس کے کہ وہ سامنے رکھنے کے لئے چن لیا گیا ہے۔ قریبًا ہر وقت اس میں چہرے کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انعکاس پڑتا رہتا ہے۔ اس کے بعد

چوتھا درجہ صالح کا ہے

صالح کے معنے ہیں قابلیت رکھنے والا انسان یعنی بعض چیزیں اپنی ذات میں ایک مقام تک نہیں پہنچی ہوتیں۔ مگر ان میں اس مقام تک پہنچنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ منطقیوں نے اسی بنا پر کہا ہے۔ کہ بعض چیزیں کسی خاصہ کی بالقوہ مظہر ہوتی ہیں۔ اور بعض بالفعل۔ یعنی بعض چیزیں تو وہ ہوتی ہیں۔ جن میں کسی خاص قابلیت کے حصول کی قوت تو ہوتی ہے۔ لیکن عملاً انہوں نے وہ قوت حاصل نہیں کی ہوئی ہوتی۔ اور بعض وہ ہوتی ہیں۔ جو عملاً بھی وہ قوت ظاہر کر رہی ہوتی ہیں۔ شہید کا جو مقام ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے سامنے پڑا ہوا شیشہ کیونکہ شاہد کے معنے دیکھنے والے کے ہیں۔ گویا شہید ایک ایسا شیشہ ہے۔ جو ہر وقت محبوب کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اور جب بھی کوئی شخص اس میں دیکھتا ہے۔ اس میں محبوب کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ اور صالح کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ ہر وقت سامنے پڑا ہوا تو نہیں۔ مگر اس میں ایسی قابلیت موجود ہے۔ کہ جب بھی خدا تعالیٰ اپنا چہرہ اس میں سے دکھانا چاہے۔ وہ دوسروں کو دکھا سکتا ہے۔ گویا

شہید اور صالح کے مقام

میں وہی فرق ہے۔ جو ان دو آئینوں میں ہے۔ کہ ان میں سے ایک ہر وقت کمروں میں لٹکے رہتے ہیں۔ اور دوسرے جیب یا ٹرنک میں رکھے رہتے ہیں۔ اب جو شیشہ کمرہ میں ہر وقت سامنے ہوگا۔ اس میں سے اکثر مکین کی صورت نظر آجائے گی۔ کیونکہ مکین اکثر مکان میں ہی رہتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ کہ کسی وقت اگر مکین وہاں نہ ہو۔ تو وہ اسکی صورت نہ دکھا سکے۔ اسی طرح شہید گو ہر وقت خدا تعالیٰ کا چہرہ اپنے آئینۂ قلب میں سے نہیں دکھا سکتا۔ مگر چونکہ وہ اس جگہ پر ہوتا ہے۔ جہاں اکثر محبوب حقیقی نے جلوہ گر رہنا ہے۔ اس لئے اکثر اس کا چہرہ اس کے آئینہ میں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے لیکن صالحیت کا مقام وہ ہے۔ جس میں چہرہ دکھانے کی قابلیت تو پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اس رتبہ کو نہیں پہنچتا۔ کہ ہر وقت سامنے رہے۔ وہ جب کبھی سامنے آجاتا ہے۔ محبوب کا چہرہ دکھا دیتا ہے۔ اور جب ایک طرف ہو جاتا ہے۔ تو محبوب کا چہرہ نہیں دکھا سکتا۔ لیکن بہر حال اس میں شکل دکھانے کی قابلیت موجود رہتی ہے۔ اسی طرح جو شیشہ سامنے پڑا ہوا ہو۔ اس کے سامنے سے بھی کبھی انسان ایک طرف ہو جاتا ہے۔ مگر غائب ہونے کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔ اور سامنے رہنے کا وقت بہت زیادہ۔ غرض صدیق شہید۔ صالح

ایک ہی زنجیر کی کڑیاں

ہیں۔ جن میں سے بعض کا مقام زیادہ اہم ہے۔ اور بعض کا کم۔ صدیق وہ ہے۔ جو اصل کی تصویر بن جاتا ہے۔ اور جس کی حالت

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا مصداق ہوتی ہے۔ اسے سامنے رکھو۔ تب بھی وہ وہی صورت دکھائے گا۔ جو اصل کی ہے۔ اور اگر اسے الگ لے جاؤ۔ تب بھی وہ وہی صورت دکھائے گا۔ اگر ایک میل دُور لے جاؤ۔ تب بھی۔ اور اگر ہزاروں میل پرے لے جاؤ تب بھی تمہیں اصل اور تصویر کے نقوش میں کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا۔ یہی حال صدیق کا ہوتا ہے۔ اس میں مستقل طور پر رسول کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اسکی ہو بہو وہی شکل ہو جاتی ہے۔ جو نبی کی ہوتی ہے۔ مگر اس کے برخلاف شہید اکثر اوقات میں نبوت کے نقوش کو پیش کرنے والا شیشہ ہے۔ اور صالح وہ ہے۔ جو نبوت کے نقوش تو دکھاتا ہے۔ لیکن اس اظہار میں نمایاں وقفے پڑتے رہتے ہیں۔

یہ وہ چار انعامات ہیں۔ جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ زیادہ تر مقصود اس آیت میں یہی چار انعام ہیں۔ باقی سب انعامات ان کے تابع ہیں۔ اور چونکہ ان چاروں انعامات سے باہر اور کوئی روحانی انعام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مومن یا نبی ہوگا۔ یا مومن صدیق ہوگا۔ یا مومن شہید ہوگا۔ یا مومن صالح ہوگا۔ اور اگر ان چاروں مقامات میں سے کوئی مقام بھی اسے حاصل نہ ہو۔ تو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ ان ساروں کے متعلق اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ یہ منعم علیہم ہیں۔ اب جبکہ

منعم علیہ گروہ کی تعیین

ہو گئی۔ تو سوچنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ اما بنعمۃ ربک فحدث اپنے رب کی نعمت کی تحدیث کرو۔ اور عملی طور پر ایسے کام بجا لاؤ۔ جن سے معلوم ہو۔ کہ تمہیں واقعہ میں اللہ تعالےٰ کی نعمت کی قدر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت لازمی ہے۔ اور چونکہ مومن بغیر انعام کے نہیں ہو سکتا۔ اور نعمت بغیر تحدیث کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت ضروری ہے۔ دراصل ایمان کا مقام احسان کا مقام ہے۔ اور مومن اور محسن ایک ہی چیز ہیں۔ کوئی مومن ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو محسن نہ ہو۔ اور کوئی ایسا حقیقی محسن نہیں ہو سکتا۔ جو مومن نہ ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ جیسے ایمان کے مختلف مدارج ہیں۔ اسی طرح احسان کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ مگر بہر حال وہ شخص جس میں کامل درجہ پر ایمان پایا جائیگا۔ اس میں کامل درجہ پر احسان بھی پایا جائے گا۔ اور جس میں کم درجہ کا ایمان ہوگا۔ اس میں کم درجہ کا احسان پایا جائے گا۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ محسن وہ ہے۔ جو اس یقین اور وثوق کے ساتھ خدا تعالےٰ کی عبادت کرتا ہے۔ کہ گویا وہ خدا تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ یقین اسے حاصل نہ ہو۔ تو اس سے اتر کر اس میں اتنا یقین ضرور ہوتا ہے۔ کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ گویا محسن کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہوتی ہے۔ یا تو اسکی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ جس وقت وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی شکل

اس کے سامنے آجاتی ہے۔ جب وہ کہتا ہے الحمد للہ تو یہ کہنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کاملہ کا نقشہ اس کے سامنے کھچ جاتا ہے۔ اور اس کے انعامات اسے یاد آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ رب العالمین تو اس کے لئے اسے کہیں دور جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ رب العالمین اس کے دل میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اور اسکی ربوبیت کے فیضان اس کے سامنے آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ کہتا ہے۔ الرحمٰن تو اسکی صفت رحمانیت کی جلوہ گری سامنے آجاتی ہے۔ جب الرحیم کہتا ہے۔ تو اسکی رحیمیت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے۔ اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے۔ تو اسکی مالکیت کا تصور اس کے جسم کے ذرہ ذرہ کو اللہ تعالےٰ کے حضور جھکا دیتا ہے۔ گویا وہ صرف اپنی زبان سے اللہ تعالےٰ کے اسماء نہیں نکالتا۔ بلکہ اپنی ذات میں اسکی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کا مشاہدہ کرتا اور اسکی صفات کو جلوہ گر ہوتا ہوا پاتا ہے۔ پس محسن کی یا تو یہ حالت ہوتی ہے۔ اور یا پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس سے اتر کر اسکی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ کہ جب وہ عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو گو وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ مگر بہر حال وہ یہ یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے یہ ادنےٰ درجہ ہے۔ جو انسان کو نیکی کے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ جب اسے یہ یقین ہو۔ کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ تو لازماً وہ سنبھال سنبھال کر قدم رکھتا ہے۔ اور گناہوں کا آسانی سے شکار نہیں ہوتا۔

غرض محسن کامل ہونا تو بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن دنیا میں ادنیٰ محسن بھی ہوتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ فرما دیا۔ کہ اعلےٰ محسن تو وہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی اس رنگ میں عبادت کرے۔ کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اور احسان کا ادنےٰ درجہ یہ ہے۔ کہ انسان یہ یقین رکھتے ہوئے عبادت کرے۔ کہ خدا اسکو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح مومنوں میں سے بھی بعض ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور بعض اعلےٰ درجہ کے۔ مگر جو ادنےٰ ہیں۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول کر لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ

مومن جس حالت میں بھی ہو

خواہ ادنےٰ ہو یا اعلےٰ منعم علیہ گروہ سے باہر نہیں ہوتا۔ دنیا میں عام طور پر جنہیں ہم تندرست کہا کرتے ہیں۔ ان میں بھی کئی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ مگر ہم انہیں بیمار نہیں کہتے۔ اور نہ وہ خود یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم کام کے قابل نہیں۔ بعض دفعہ ایک جرنیل ہوتا ہے۔ مگر کسی ادنیٰ سی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایک پہلوان ہوتا ہے۔ اور وہ بھی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ مگر ان معمولی امراض سے پہلوان اپنی پہلوانی کے فن کو اور جرنیل اپنی فوج کی نگرانی کو ترک نہیں کر دیا کرتا۔ کیونکہ ان کی صحت کی زیادتی ان کی بیماری کی کمزوری پر غالب آئی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح مومنوں میں سے بھی کسی میں کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اور کسی میں کوئی۔ مگر ان کمزوریوں کی وجہ سے وہ منعم علیہ گروہ میں سے نہیں نکل جاتے۔ کیونکہ ان کی نیکیاں اتنی زیادہ ہوتی ہیں۔ کہ ان کی کمزوریاں بالکل چھپ جاتی ہیں۔ بہر حال جبکہ ہر مومن منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔ تو ہر مومن کے لئے تحدیث بالنعمت بھی ضروری ہے۔ اور تحدیث بالنعمت یہی ہے۔ کہ عملی رنگ میں دنیا کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فائدہ پہنچایا جائے۔ اور جو کچھ بھی خداتعالے نے دے۔ اس سے دوسروں کو متمتع کیا جائے اگر دین ملے۔ تو دوسروں تک دین پہنچایا جائے اگر عرفان ملے۔ تو عرفان دیا جائے۔ اگر علم ملے۔ تو علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ غرض مومن کا مقام اللہ تعالے نے محسن کا مقام رکھا ہے۔ اور جب خداتعالیٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ اما بنعمۃ ربک فحدث اور ادھر یہ فرماتا ہے۔ کہ ہر مومن منعم علیہ گروہ میں شامل ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کوئی مومن ایسا نہیں۔ جو محسن نہ ہو۔ اور کوئی مومن ایسا نہیں۔ جس کا یہ فرض نہ ہو۔ کہ وہ دنیا کو اپنی تمام طاقتوں سے فائدہ نہ پہنچائے۔ اسی نقطۂ نگاہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہماری جماعت کو یہ امر سوچنا چاہیئے۔ کہ اس کے تمام کام بنی نوع انسان کو فوائد پہنچانے کے لئے ہیں۔ یا اپنی ذات کو نفع پہنچانے کے لئے؟ میں نے جو

خدام الاحمدیہ نام کی ایک مجلس

قائم کی ہے۔ اس کے ذریعہ اسی روح کو میں نے جماعت میں قائم کرنا چاہا ہے۔ اور اس کے ہر رکن کا یہ فرض قرار دیا ہے۔ کہ وہ اپنی قوتوں کو ایسے رنگ میں استعمال کرے۔ کہ اپنے فوائد کو وہ بالکل بھلا دے۔ اور دوسروں کو نفع پہنچانا اپنا منتہیٰ قرار دیدے۔ چنانچہ جہاں جہاں بھی اس کے ماتحت کام کیا گیا ہے اللہ تعالے کے فضل سے دوسرے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ اور خود انہوں نے بھی اپنی روحانیت میں بہت بڑا فرق محسوس کیا ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی اپنے فوائد کو نظرانداز کرکے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے خیال سے کوئی کام کرتا ہے۔ اس ایک منٹ کے لئے وہ

خداتعالیٰ کا مظہر

بن جاتا ہے۔ کیونکہ خدا ہی ہے۔ جو اپنے فائدہ کے لئے کوئی کام نہیں کرتا۔ بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے تمام کام کرتا ہے۔ وہ غنی ہے۔ اور اس بات سے بے نیاز ہے۔ کہ اسے کوئی فائدہ ہو۔ وہ جو بھی کام کرتا ہے۔ مخلوق کے لئے کرتا ہے۔ پس جس گھڑی بندہ کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جس کا فائدہ اسکی ذات کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔ تو اس گھڑی میں وہ خدانما آئینہ ہوتا ہے جس میں سے خداتعالے کا چہرہ نظر آرہا ہوتا ہے۔ اور یہ لازمی بات ہے۔ کہ جو چیز ایک وقت انسان کے ساتھ وابستہ ہوگی۔ وہ بعد میں بھی اپنا اثر دکھائے گی۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب تم جمعہ کے لئے آؤ۔ تو اپنے کپڑوں کو خوشبو لگا کر آؤ۔ اب خوشبو لگانا ایک منٹ کا کام ہے۔ مگر وہ خوشبو بعد میں بھی گھنٹہ دو گھنٹے ایک دن دو دن بلکہ ہفتہ ہفتہ تک جیسی جیسی قیمتی خوشبو ہوتی ہے۔ قائم رہتی ہے۔ بارش برستی ہے اور وہ محدود وقت میں برستی ہے۔ مگر اسکی ٹھنڈک کا اثر دلوں چلا جاتا ہے۔ آگ جلتی ہے تو گو بعد میں بجھ بھی جاتی ہے۔ مگر کمرے میں پھر بھی بہت دیر تک گرمی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مومن خدانما ہو جاتا ہے۔ اور وہ کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ جس میں وہ اپنے فائدے کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور محض دوسروں کو فائدہ پہنچانا اپنا منتہیٰ قرار دے لیتا ہے۔ تو اس وقت وہ خداتعالے کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ عطر کا ایک چھینٹا جب کپڑوں پہ پڑے۔ تو وہ کئی کئی دن تک انسانی دماغ کو معطر رکھے۔ سورج چڑھے۔ اور اس کے غروب ہونے کے بعد بھی زمین سے گرمی کی لپٹیں آتی رہیں۔ بارش برسے۔ اور اس کے کئی کئی دن بعد بھی ٹھنڈک محسوس ہوتی رہے۔ مگر خدا کسی جسم میں آئے۔ اور اس کا اثر کام کے ختم ہوتے ہی غائب ہو جائے۔ اگر تم ایک منٹ کے لئے بھی خداتعالے کا مظہر بن جاتے ہو۔ تو یقیناً اس کے گھنٹوں بعد کی تمہاری حالت بھی خدانما ہوگی اور تم ایک منٹ میں جو کام کروگے۔ اس کے بدلے کئی گھنٹوں کے لئے خداتعالے کے مظہر بن جاؤگے۔ اور اگر تم اس ایک منٹ کو ترقی دیتے چلے جاؤ۔ تو پھر تم چوبیس گھنٹے ہی خداتعالے کے مظہر بن سکتے ہو چاہے دنیا کے نزدیک تم نے خدمتِ خلق کے لئے ایک یا دو گھنٹے وقت دیا ہو۔ جس طرح آگ بجھ جاتی ہے۔ مگر کمرہ پھر بھی گرم رہتا ہے بارش برس جاتی ہے۔ مگر خنکی پھر بھی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے تمہاری یہ حالت ہو جائیگی۔ کہ تمہارے گھنٹے دو گھنٹے کا کام اپنے اثرات کے لحاظ سے چوبیس گھنٹوں پر پھیل جائے گا۔ اور پھر کل کا کام اس اثر کو اور بڑھائے گا۔ اور پرسوں کا کام اس اثر کو اور ترقی دے گا۔ یہاں تک کہ بالکل ممکن ہے۔ بلکہ غالب ترین بات یہ ہے۔ کہ تمہاری روحانیت اس قدر ترقی کر جائے۔ اور تمہاری نیتیں اس قدر صاف ہو جائیں۔ کہ وہ دو گھنٹے کا کام نہ صرف تمہیں باقی بائیس گھنٹوں کے لئے خداتعالے کا مظہر بنا دے۔ بلکہ جب دوسرا دن چڑھے۔ تو اس دن جو کام تم خداتعالے کے نمونہ پر کرو۔ صرف اسی کی وجہ سے خداتعالے کے مظہر نہ بنو بلکہ پہلے دن کی مظہریت بھی ابھی باقی ہو۔ اور وہ دونوں مل کر تمہارے نور کو اور بھی بڑھا دیں۔ اور ہوتے ہوتے ایک غیر محدود ذخیرہ انعکاسات الٰہیہ کا تمہارے جسم میں جمع ہو جائے۔

آخر یہی وہ طریق ہے۔ جس کے ماتحت کسی انسان کی تمام زندگی اللہ تعالے کی راہ میں وقف کہلاتی ہے۔ ورنہ انسان کو اللہ تعالے نے جس قسم کا بنایا ہے۔ اس کے لحاظ سے چوبیس ۲۴ گھنٹے وہ مسلسل اللہ تعالے کا مظہر نہیں بن سکتا۔ آج تک کوئی نبی بھی ایسا نہیں آیا۔ جو سوتا نہ ہو۔ یا کھانا نہ کھاتا ہو۔ یا پانی نہ پیتا ہو۔ یا پاخانہ پیشاب نہ کرتا ہو۔ یا نہاتا دھوتا نہ ہو۔ یا بیوی بچوں کا فکر نہ کرتا ہو۔ یہ ساری ضروریات نبیوں کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ پھر کیونکر خداتعالے نے ان کی ہر حرکت اور ان کا ہر سکون اپنی راہ میں قرار دیا۔ اور کیونکر کہہ دیا۔ کہ ان کا ہر کام میری رضا کے لئے ہے۔ اسکی تہ میں دراصل وہی بات ہے۔ جو میں نے بتائی ہے۔ اور جس کی مثال میں میں نے بتایا ہے۔ کہ عطر لگانے کے بعد تم گھنٹوں بلکہ دنوں تک اسکی خوشبو محسوس کرتے ہو۔ کمرہ میں آگ جلاتے ہو۔ تو اس کے بجھنے کے بعد بھی اس کی گرمی محسوس کرتے ہو۔ اسی طرح انبیاء خداتعالیٰ کی محبت میں اس قدر محو ہوتے ہیں۔ کہ جب وہ سوتے ہیں۔ اس وقت بھی ان پر یہی محویت طاری ہوتی ہے۔ اور جب اٹھتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی محویت ہوتی ہے۔ جب کھاتے ہیں۔ اس وقت بھی۔ اور جب پیتے ہیں۔ اس وقت بھی۔ اس طرح ان کی نیند بھی خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اور ان کی بیداری بھی۔ ان کا کھانا بھی خدا کے لئے ہوتا ہے۔ اور ان کا پینا بھی۔ اسی طرح ان کا اٹھنا ان کا بیٹھنا۔ ان کا نہانا۔ ان کا پیشاب پاخانہ کرنا سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ وہ کام دنیا کو دنیا کے نظر آتے ہیں۔ مگر خداتعالے کی نگاہ میں وہ اس کے لئے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کاموں میں وہی خوشبو سمائی ہوئی ہوتی ہے۔ جو خوشبو ان کی زندگی کا اصل مقصود ہوتی ہے۔ تو جب محض للہ کوئی شخص کام کرتا ہے۔ اس وقت اسکی باقی گھڑیوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ پس مومن کو اپنے کاموں میں

للّٰہیت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے

خداتعالے نے ہم کو ایک ایسے ماحول میں پیدا کیا ہے۔ کہ ہمیں سزائیں بھی دینی پڑتی ہیں۔ ہمیں گرفتیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ ہمیں سیاستِ اسلام کو بھی قائم کرنا پڑتا ہے۔ مگر باوجود اس کے چونکہ بندہ خداتعالے کا ظل ہے۔ اور خداتعالیٰ اپنے متعلق یہ فرماتا ہے۔ کہ رحمتی وسعت کل شیٔ۔ اسلئے ہمیں معافیاں بھی دینی پڑتی ہیں۔ درگذر بھی کرنا پڑتا ہے۔ اور چشم پوشیاں بھی کرنی پڑتی ہیں۔

کئی نادان ہیں۔ جو ان باتوں کی وجہ سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض تو وہ ہیں۔ جو یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ کیوں زیادہ سختی نہیں کی جاتی۔ اور بعض وہ ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ کیوں نرمی نہیں کی جاتی۔ وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ ہم اس خدا کے مظہر ہیں۔ جو نرمی بھی کرتا ہے اور سختی بھی۔ وہ مجرم کو اس کے کئے کی سزا بھی دیتا ہے۔ اور کئی مجرموں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ مومن تو خداتعالیٰ کا ظل ہے۔ ورنہ اپنی ذات میں مومن کوئی چیز نہیں۔ اپنی ذات میں نبی بھی کوئی چیز نہیں۔ نبی کی قیمت اسی لئے ہے۔ کہ وہ خداتعالے کا ظل ہے۔ صدیق کی قیمت بھی اسی لئے ہے۔ کہ وہ خداتعالے کا ظل ہے۔ شہید کی قیمت بھی اسی لئے ہے۔ کہ وہ خداتعالے کا ظل ہے۔ اور صالح کی قیمت بھی اسی لئے ہے۔ کہ وہ خداتعالے کا ظل ہے۔ کوئی بڑا سایہ ہے۔ اور کوئی چھوٹا۔ اپنی ذات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے۔ جو حی اور قیوم ہے۔ جو پہلے بھی تھا۔ اب بھی ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ باقی چیزیں آئیں اور فنا ہو گئیں۔ آئیں اور مٹ گئیں۔ ان کو اگر زندگی ملتی ہے۔ جیسے مابعد الموت حیات دی جاتی ہے۔ تو وہ خداتعالے کے طفیل ملتی ہے اپنی ذات میں ان کے اندر کوئی ایسی خوبی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے وہ ابدی زندگی کے مستحق ہوں۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے ایک چھوٹا بچہ جو چل بھی نہیں سکتا۔ اسے ایک مضبوط انسان اپنی گود میں اٹھالے۔ اور بھاگ پڑے۔ اب بچہ یقیناً اسجگہ نہیں ہوسکتا۔ جہاں وہ ایک منٹ پہلے تھا۔ وہ اگر پہلے اسجگہ تھا۔ تو ایک منٹ کے بعد پندرہ بیس گز دُور چلا جائے گا۔ پھر اور دُور چلا جائے گا۔ اور پھر بالکل نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔ مگر وہ بچہ نہیں چل رہا۔ بلکہ آدمی چل رہا ہے۔ اسی طرح جو حیاتِ ابدی مرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔ وہ انسان کی حیاتِ ابدی نہیں ہوتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ خدا تعالےٰ کی حیات ابدی ہوتی ہے۔ وہ انسان نہیں بڑھ رہا ہوتا۔ بلکہ خدا بڑھ رہا ہوتا ہے۔ دنیا میں کون ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑے سے بڑا انسان ہو۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی مدد کے بغیر ایک سیکنڈ بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ایک سیکنڈ کیا سیکنڈ کا اربواں حصہ بھی کوئی انسان اللہ تعالےٰ کی مدد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

پس مابعد الموت اگر انسان کو ابدی زندگی ملتی ہے۔ وہ محض اسلئے کہ وہ خدا تعالےٰ کی گود میں آجاتا ہے۔ اور چونکہ خدا ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اس لئے وہ بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ تو بندے کے تمام کام دراصل ظلی ہوتے ہیں۔ پس جب اللہ تعالےٰ اپنی بندوں میں یہ فرماتا ہے۔ کہ رحمتی وسعت کل شیٔ تو لازماً بندوں کے کاموں میں بھی

رحمت کا پہلو وسیع ہونا چاہیئے

اسی وجہ سے بندہ کسی مجرم کو بخشے گا۔ اور کسی کی سزا کو کم کرے گا۔ لیکن کسی مجرم کو وہ سزا بھی دے گا۔ کیونکہ وہ صرف رحمتی وسعت کل شیٔ کا مظہر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی صفت مالکیت یوم الدین کا بھی مظہر ہے۔ پس جس جس مقام پر وہ خدا تعالےٰ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اسی مقام کے مناسب حال وہ سلوک کرتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ کیوں ایسا کام کرتا ہے۔ جو مالک یوم الدین کا کام ہے۔ اس لئے کہ جو اسکی مالکیت کا ظل ہے۔ وہ اس صفت میں اس کا مظہر نہ بنے۔ تو کیا کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ سزا کے مقام پر صفتِ مالک یوم الدین کا مظہر بنے۔ چشم پوشی یا احسان کے موقع پر صفت رحمانیت کا مظہر بنے۔ پرورش کے موقع پر صفت ربوبیت کا مظہر بنے۔ اور انعامات کے موقع پر صفتِ رحیمیت کا مظہر بنے۔ ہاں اگر وہ ان صفات کے خلاف چلتا ہے۔ تب بے شک اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب مالک یوم الدین کی صفت کا ظہور ضروری ہوتا ہے۔ تو یہ رحمانیت کی صفت ظاہر کرنے لگ جاتا ہے اور جب رحیمیت کی صفت کی جلوہ گری ضروری ہوتی ہے۔ تو ربوبیت کا اظہار کرنے لگ جاتا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یہ رحمان کیوں ہے۔ یہ رحیم کیوں ہے۔ یہ رب العالمین کیوں ہے۔ اور یہ مالک یوم الدین کیوں ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ کسی موقع پر رب العالمین ہوتا ہے اور کسی موقع پر رحمان۔ کسی موقع پر رحیم ہوتا ہے اور کسی موقع پر مالک یوم الدین۔ یہی حال بندے کا ہے۔ اسے بھی مختلف موقعوں پر مختلف صفات کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ ہاں جو چیز اعتراض کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا کسی کو معاف کر رہا ہو۔ اور یہ سزا دینے کے درپے ہو۔ یا خدا سزا دینے کے درپے ہو۔ اور یہ اسے معاف کر رہا ہو۔ یہ قابل اعتراض بات ہے۔ اور یہ نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کیوں کسی وقت سزا دی جاتی ہے۔ اور کسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں دیکھ لو۔ اللہ تعالےٰ ایک مقام پر فرماتا ہے: کہ تم لوگوں کو معاف کیا کرو۔ کیونکہ درگذر کرنا اور چشم پوشی سے کام لینا بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ جب فلاں قسم کے مجرموں کو سزا دی جا رہی ہو۔ تو یاد رکھو۔ اگر اس وقت تمہارے دل میں ذرا بھی رحم پیدا ہوا۔ تو تم اللہ تعالےٰ کو ناراض کر لوگے۔ اب ایک طرف اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے۔ کہ لوگوں کو معاف کرو۔ اور دوسری طرف یہ فرماتا ہے۔ کہ دیکھنا تمہارے دل میں بھی رحم نہ آئے۔ رحم پیدا ہوا۔ اور تمہارا ایمان ضائع ہوا۔ اب یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ شقاوتِ قلبی کی تعلیم دیتا ہے۔ یا جب کہتا ہے۔ کہ معاف کرو۔ تو بزدل بناتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا منشاء اس سے ہمیں یہ بتانا ہے۔ کہ جب میں کہوں۔ سزا دو۔ تم سزا دو۔ اور جب میں کہوں چھوڑ دو۔ تو تم چھوڑ دو جب میں رحمانیت کا جامہ پہن کر آؤں۔ تو تم بھی رحمانیت کا جامہ پہن لو۔ اور جب میں مالک یوم الدین کا جامہ پہن کر آؤں۔ تو تم بھی رحمانیت کا جامہ اتار کر مالک یوم الدین کا جامہ پہن لو۔ غرض جس جُبّہ میں بھی میں ہوں۔ وہی جُبّہ تمہارا ہو۔ اور جو کچھ میں کروں۔ وہی تم کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دفعہ ایک مثال سنایا کرتے تھے۔ جو بیسیوں دفعہ میں نے آپ کی زبان سے سُنی ہے۔ آپ فرماتے۔ بندہ کا کام اسی رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے جو اسے خدا تعالےٰ بخشتا ہے۔ پھر آپ مثال سناتے اور فرماتے۔ کہتے ہیں۔ کوئی راجہ تھا ایک دفعہ اس کے سامنے

بینگن کا سالن

رکھا گیا۔ جو بہت عمدگی سے تیار کیا گیا تھا۔ اور اسے بہت پسند آیا۔ اس نے دربار میں اسکی تعریف کی۔ اور کہا بینگن معلوم ہوتا ہے بہت اچھی ترکاری ہے۔ یہ سنتے ہی ایک درباری ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بینگن کے کیا کہنے ہیں۔ اس میں یہ خوبیاں ہیں۔ اس میں وہ خوبیاں ہیں۔ چنانچہ جتنی تعریفیں طب میں بینگن کے متعلق لکھی تھیں۔ وہ سب اس نے بیان کر ڈالیں۔ اور آخر میں کہنے لگا۔ حضور اسکی شکل بھی تو دیکھیں۔ بالکل صوفی معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح صوفیوں نے سبز عمامہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کا کالا جُبّہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اسکی شکل اور رنگ اور وضع سب صوفیوں کی سی ہے۔ خیر بادشاہ جو چند دن مسلسل بینگن کھاتا رہا۔ تو اسے بواسیر ہو گئی۔ حکیموں نے کہا۔ کہ حضور آپ نے بڑی بے احتیاطی کی۔ اتنے دن جو مسلسل آپ بینگن کھاتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو بواسیر ہوئی ہے۔ بادشاہ نے یہ سنکر بینگن کھانے ترک کر دیئے۔ اور ایک دن دربار میں باتوں باتوں میں کہنے لگا۔ کہ بینگن بھی کچھ ایسی اچھی چیز نہیں ہوتے۔ اس میں بھی کئی خرابیاں ہیں۔ یہ سنکر وہی درباری کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بینگن بھی کوئی ترکاریوں میں سے ترکاری ہے۔ اس میں یہ مضرت ہے۔ اس میں وہ مضرت ہے۔ چنانچہ طب میں بینگن کی جسقدر مُضرتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب اس نے ذکر کر دیں۔ کیونکہ طب میں ہر چیز کے فوائد اور نقصانات دونوں بیان ہوتے ہیں۔ پھر آخر میں کہنے لگا۔ حضور اسکی شکل بھی تو دیکھیں۔ کیسی منحوس ہے۔ جس طرح چور کے ہاتھ منہ کالے کر کے پھانسی پر لٹکایا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بیل سے لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ لوگوں نے اسے کہا۔ ارے یہ کیا۔ اس دن تو تو بینگن کی اتنی تعریف کر رہا تھا۔ آج تو اسکی برائیاں بیان کر رہا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ میں بینگن کا نوکر تھوڑا ہوں۔ میں تو راجہ کا نوکر ہوں۔ آپ فرماتے۔ جب لوگ ایسے آقاؤں کی جو غلطیاں کر سکتے ہیں۔ ایسی اطاعت کرتے ہیں۔ تو ہم اس آقا کی اتباع کیوں نہ کریں۔ جو کبھی غلطی نہیں کرتا۔ اور جس کا ہر رنگ باموقع اور ضروری ہوتا ہے۔

ہم تو وہی کریں گے جو خدا تعالےٰ کہتا ہے

حقیقت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ جب تک کسی انسان کو ایسی ہی وابستگی حاصل نہ ہو۔ وہ کبھی نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ انسان غلطی کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ غلطی نہیں کر سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ اس وقت دن ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ اس وقت دن ہے۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ کہ رات ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ رات ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ کہ نرمی کرو۔ تو ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ نرمی کرو۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ سختی کرو۔ تو ہم بھی کہتے ہیں سختی کرو۔ جب وہ کہتا ہے آگے بڑھو۔ تو ہم بھی کہتے ہیں آگے بڑھو۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ پیچھے ہٹو۔ تو ہم بھی کہتے ہیں پیچھے ہٹو۔ نادان کہتے ہیں۔ کہ تم اپنی باتوں کو بدلتے ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم نہیں بدلتے۔ بلکہ وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو ادھر سے ہمارے دل اور دماغ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے پاس سے کچھ کہیں۔ تو ہم پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ہماری ہر حرکت اور ہمارا ہر سکون خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ تو یقیناً وہی بہتر ہوگا۔ جو خدا کا منشاء ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا۔ کہ آپ نے پہلے حضرت مسیحؑ پر اپنی فضیلت صرف جزئی قرار دی تھی۔ مگر اب فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنی تمام شان میں اس سے بڑھ کر ہوں۔ تو آپ نے اس کے جواب میں یہی فرمایا۔ کہ میں تو خدا تعالےٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھے اسکی طرف سے علم ہوا۔ میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔

تو نبی بھی جب تک خدا تعالےٰ کی طرف سے آواز نہیں آتی۔ قوم میں مروجہ خیالات کی پیروی کرتا ہے۔ مگر جب خدا تعالےٰ کی آواز آتی ہے۔ تو وہ فوراً ان خیالات کو پھینک دیتا ہے۔

مثنوی رومی والے اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

خدا تعالےٰ کے بندوں کی مثال

بانسری کی طرح ہوتی ہے۔ اب بانسری آپ تھوڑی بول رہی ہوتی ہے۔ اس میں تو جو کچھ پھونکا جاتا ہے۔ وہی وہ باہر نکال دیتی ہے۔ اسی طرح جو حقیقی مومن ہیں۔ وہ بھی اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہیں۔ خدا جہاں انہیں بٹھاتا ہے وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں کھڑا کرتا ہے۔ وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو کہتا ہے۔ وہ کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس سے روکتا ہے اس سے رُک جاتے ہیں۔ جب یہ رنگ کوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخص اختیار کرے۔ تب وہ واقعہ میں مومن کہلا سکتا ہے۔ ورنہ نہ ہر جگہ نرمی اچھی ہوتی ہے۔ نہ ہر جگہ سختی۔ مومن صرف یہ دیکھتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے دین کا فائدہ کس میں ہے۔ اگر اس کے دین کا فائدہ سختی میں ہو۔ تو وہ سختی کرتا ہے۔ اور اگر اس کے دین کا فائدہ نرمی میں ہو۔ تو وہ نرمی کرتا ہے۔ جب خدا اسے کہتا ہے۔ کہ میرے دین کا فائدہ اس وقت نرمی میں ہے۔ تو وہ اتنا نرم بن جاتا ہے۔ کہ پانی بھی اتنا نرم نہیں ہوتا۔ اور جب وہ کہتا ہے۔ کہ میرے دین کا فائدہ سختی میں ہے۔ تو وہ اتنا سخت بن جاتا ہے۔ کہ لوہا بھی اتنا سخت نہیں ہوتا۔ اسکی نہ سختی اصلی ہوتی ہے۔ نہ نرمی اصلی ہوتی ہے۔ اصل چیز تو وہ عشق اور محبت الہیٰ ہوتی ہے جو اس کے دل میں مخفی ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے وہ ہر وقت خدا تعالےٰ کی آنکھ کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ جس سے اس کی آنکھ پھرے۔ اس سے وہ بھی پھر جاتا ہے اور جس پر وہ رحمت کی نگاہ ڈالے۔ اس سے وہ بھی محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ جب خدا کسی کو غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو بغیر ایک منٹ کے تردد کے وہ بھی اس پر غضبناک ہو جاتا ہے۔ اور جب خدا کسی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو بغیر ایک لمحہ کے توقف کے وہ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ میں جس کی اتباع کر رہا ہوں۔ وہ یہی کہتا ہے۔ کہ فلاں غضب کا مستحق ہے۔ اور فلاں رحمت کا۔ یہ وہ مقام ہے جس کے حصول کی طرف اللہ تعالےٰ نے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

میں توجہ دلائی ہے۔ اور منعم علیہ گروہ وہ ہے۔ جس کی دوسری جگہ یہ تشریح کی گئی ہے۔ کہ اس میں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح شامل ہیں۔ گویا منعم علیہ گروہ وہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی صفات کو دنیا میں جاری کرتا ہے۔ کیونکہ

سب سے بڑی نعمت

اسکی صفات کا آئینہ قلب میں منعکس ہونا ہی ہے۔ نبوت کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ صدیقیت کیا ہے۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کا ایک آئینہ ہے۔ شہادت کیا ہے۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کا ایک آئینہ ہے۔ اور صالحیت کیا ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک آئینہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ کوئی مستقل آئینہ ہے۔ کوئی عارضی۔ کوئی چھوٹا ہے۔ اور کوئی بڑا۔ کوئی تھوڑی دیر کے لئے آئینہ ہے۔ اور کوئی زیادہ دیر کے لئے مگر بہر حال اپنی ذات میں وہ کچھ نہیں۔ وہ صرف خدا تعالےٰ کا انعکاس ہیں۔ اور اگر انعمت علیھم کا محبت کی زبان میں ہم ترجمہ کریں۔ تو یوں ہوگا۔ کہ وہ لوگ جن کی طرف تو نے منہ کر کے دیکھ لیا۔ اب جس آئینہ کی طرف محبوب منہ کر کے دیکھتا ہے۔ اس میں اسکی شکل بھی آجاتی ہے۔

پس صراط الذین انعمت علیھم کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے

خدا تعالےٰ کا چہرہ

دیکھ لیا۔ اور انہوں نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اگر تم خدا تعالےٰ کی شکل دیکھنا چاہتے ہو۔ تو ہمارے دل کے آئینہ میں اسکی شکل دیکھ لو۔

پس ان کا لوگوں کے ساتھ جو بھی معاملہ ہو۔ خدا تعالےٰ کی طرز پر ہوتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ کہ نرمی کرو۔ تو وہ نرمی کرتے ہیں۔ جب کہتا ہے۔ دلیری دکھاؤ تو دلیری دکھاتے ہیں۔ جب کہتا ہے۔ خاموش رہو۔ تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ جب کہتا ہے بولو۔ تو بولتے ہیں۔ جب اس مقام کو کوئی جماعت حاصل کر لیتی ہے۔ تو اس کے بعد خدا تعالےٰ کا ظہور اس کے ذریعہ ہونے لگتا ہے۔ لیکن جو قوم اپنے آپ کو اس کا آئینہ نہیں بناتی۔ اس میں اسکی شکل نظر نہیں آسکتی۔ کیا مٹی کے ڈھیلے کہ تم لوگوں کو تصویریں دکھا سکتے ہو۔ مٹی کے ڈھیلوں میں تصویر نظر نہیں آتی۔ بلکہ تصویر اس وقت نظر آئیگی جب تمہارے پاس آئینہ ہوگا۔ اور آئینہ بھی وہ جس کا محبوب کی طرف منہ ہو۔

پس تم

اپنے آپ کو خدا نما آئینہ بناؤ

اور اما بنعمۃ ربک فحدث کے حکم کے مطابق تمام دنیا کو محبوب ازلی کے خوبصورت چہرہ سے روشناس کرو۔ کیونکہ آئینہ صرف اپنے اندر ہی تصویر نہیں لیتا۔ بلکہ دوسروں کو بھی دکھا دیتا ہے۔ پس تم بھی ایسے بنو۔ کہ تمہارے اندر خدائی نور نظر آئے۔ اور تمہارے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کا منشاء ظاہر ہو۔ جب تم سختی کے لئے کھڑے ہو۔ تو اسلئے مت کھڑے ہو۔ کہ تمہارا نفس تمہیں کہتا ہے۔ کہ تم سختی کرو۔ بلکہ تم اسلئے سختی کرو۔ کہ تمہارا خدا کہتا ہے۔ میں مالک یوم الدین ہوں۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اس صفت کے مظہر بنو۔ اسی طرح جب نرمی کے لئے کھڑے ہو۔ تو اس لئے مت نرمی کرو۔ کہ تمہارا نفس تمہیں نرمی کا مشورہ دیتا ہے۔ بلکہ اسلئے نرمی کرو۔ کہ تمہارا خدا کہتا ہے۔ رحمتی وسعت کل شیء۔ اور تمہارے خدا کا یہ حکم ہے۔ کہ تم اسکی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ اسی طرح جب بنی نوع انسان سے شفقت اور احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ تو اسلئے شفقت اور مروت مت کرو۔ کہ ذاتی طور پر تمہارے دل میں شفقت کا خیال پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسلئے شفقت کرو۔ کہ تمہارا خدا کہتا ہے۔ کہ میں رحمٰن اور رحیم ہوں۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ صفت رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر بنو۔ اسی طرح جب تم بےکسوں اور غریبوں کی خبر گیری کرو۔ جب تم یتیموں کی پرورش کرو۔ بیواؤں پر ترس کھاؤ۔ تو ان کی خبر گیری اور پرورش اسلئے نہ کرو۔ کہ تمہارے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسلئے کرو کہ رب العالمین خدا تمہارے سامنے جلوہ گر ہے۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ اسکی ربوبیت کا جامہ پہن لو۔ غرض تم اس وردی کے پہننے والے ہو۔ جو تمہارا افسر پہنتا ہے۔ جس طرح بادشاہ جس قسم کی وردی پہنتا ہے۔ اسی کی نقل سپاہیوں کو پہنائی جاتی ہے۔ اسی طرح تمہارا بھی فرض ہے۔ کہ تم اپنے ازلی اور ابدی بادشاہ کی طرف دیکھو۔ اور جو اس کا لباس ہو۔ وہ پہنو۔ اور یاد رکھو۔ کہ جس طرح وہ سپاہی جو بادشاہ کا مقرر کردہ لباس نہیں پہنتا۔ اس کا نام فوج میں سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو ایمان کا دعوےٰ کرتا مگر اللہ تعالےٰ کی صفات اپنے آئینہ قلب میں منعکس نہیں کرتا۔ اور نہ ان صفات کے مطابق اپنے معاملات رکھتا ہے۔ اس کا نام اللہ تعالےٰ کے حضور مومنوں کی فہرست میں سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ (الفضل)

مسجد احمدیہ سری نگر کشمیر

یہ خبر پڑھ کر احباب خوش ہوں گے۔ کہ جماعت احمدیہ سری نگر کو دس پندرہ سال کی جد و جہد کے بعد حکومت کشمیر نے چار کنال اراضی برلب سڑک مسجد احمدیہ کیلئے عطا کی ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اسے جماعت کیلئے مفید اور بابرکت بنائے۔

تحریک جدید کے نئے دور کے ماتحت زندگی وقف کنندگان

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا منشاء ہے۔ کہ ایسے زندگی وقف کنندگان جن کو فی الحال کسی معین کام پر مقرر نہیں کیا گیا۔ بھی تحریک جدید کے ماتحت کچھ نہ کچھ ایسی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا تعلق مرکزی دفتر تحریک جدید سے رہے۔ اور اس عرصہ میں وہ اپنے طور پر اندر ہی اندر اپنے آپ کو ان فرائض کی سرانجام دہی کے لئے تیار کرتے رہیں۔ جن کی ضرورت عنقریب ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو پیش آنے کی توقع ہے۔ تاکہ جونہی ضرورت پیش آوے وہ اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔

لہذا نہایت ضروری امر ہے۔ کہ جملہ ایسے احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ جاری رکھیں۔ اور قرآن کریم کو باترجمہ پڑھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ عنقریب اس بارہ میں ایک کورس تجویز کر کے ان کو اطلاع دے دی جاویگی۔

علاوہ اس کے تحریک جدید کے مطالبہ وقف رخصت کے ماتحت خود بھی کچھ وقت باقاعدہ دیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی تحریک کرتے رہیں۔

نیز احباب جماعت اس امر کی بھی تحریک باقاعدہ طور پر کرتے رہیں۔ کہ احباب جماعت احمدی کاریگروں کی ساختہ اشیاء کو ہی استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ اور سب سے اہم امر یہ ہے۔ کہ تحریک جدید کی کامیابی کے لئے کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ تہجد میں دعا کرتے رہیں۔

نوٹ: جملہ واقفین زندگی سے درخواست ہے۔ کہ وہ ماہوار کارگذاری کی رپورٹ دفتر ہذا میں ارسال فرماتے رہیں۔ (انچارج تحریک جدید)

انتخاب سکرٹریان تحریک جدید

ایک دوست کے استفسار پر کہ کیا سکرٹریان تحریک جدید سارے عرصہ ہفت سالہ دور کے لئے منتخب ہونگے۔ یا دوسرے سکرٹریان کی طرح تین سال کے لئے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہفت سالہ دور تو صرف چندہ کی تحریک کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ کام جاری رہے گا۔ پس یہ سہ سالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب کون؟

اے مولویو کچھ تو کرو خوف خدا کا
کیا تم کو نہیں خوف رہا روزِ جزا کا

کیا تم نے سنا تک بھی نہیں نام حیا کا
یوں سامنا کرتے ہو جو محبوب خدا کا

ایہا الناظرین! ضد و تعصب کا ستیاناس ہو۔ کہ یہ ایک ایسی بلا ہے۔ کہ جس کو چمٹتی ہے بجز رسوا کئے نہیں چھوڑتی۔ چنانچہ اسی کے شکار ہمارے پنجاب کے "شیر پنجاب" مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مدت سے چلے آتے ہیں۔ مولوی صاحب جب بھی حق کی مخالفت کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ تو اندھا دھندوہ سب کچھ کہہ گزرتے ہیں۔ جو کچھ کہ ان کے منہ میں آتا ہے۔

دلائل کے میدان سے تو وہ عاجز آچکے ہیں۔ اسلئے اب وقتاً فوقتاً مخلوق خدا کو دھوکے میں ڈالتے رہتے ہیں۔ تاکہ کہیں کوئی سعید روح ابلیس کے جال سے نکل کر حق کو ہی قبول نہ کرلے۔

پچھلے دنوں خاکسار نے اخبار "فاروق" ۲۱؍ مئی کے پرچہ میں ایک مضمون "غیر احمدی مشن" کی تحت میں شائع کرایا تھا۔ جس میں میں نے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بجسدِ عنصری مانا جائے۔ تو نہ صرف اس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی۔ بلکہ خدا کی بھی توہین لازم آئے گی۔

مولوی صاحب اس کا جواب تو کوئی دے نہ سکے۔ اور نہ دے سکتے ہیں۔ البتہ مثل مشہور کے مطابق "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" ہم پر الزام تھوپتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحبؑ اور آپ کی جماعت رسول پاکؐ کی توہین کی مرتکب ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں مولوی صاحب کے مذکورہ بالا الزام عائد کردہ کو طشت از بام کروں۔ مولوی صاحب کی پیش کردہ بات کی حقیقت ناظرین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تا ثنائی پارٹی کے ممبروں پر کھل جائے۔ کہ ان کے حضرت "مولانا" نے کس قدر انصاف کا خون کیا ہے۔ مولوی صاحب کس سادگی سے اپنے اخبار "اہلحدیث" مورخہ ۳؍ جون صفحہ ۹ کے کالم ۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اس کا مختصر جواب ہماری طرف سے وہی ہے۔ جو "براہین احمدیہ" میں مرزا صاحب نے حسب دعوےٰ خدا سے الہام پاکر بلکہ مجددیت کے عہدہ پر فائز ہوکر لکھا تھا۔ چنانچہ آپ نے کتاب مذکور کے صفحہ ۴۹۹ پر حضرت مسیح کو آسمان پر مانا ہے۔"

ثنائی پارٹی کے ممبرو! کان کھول کر سن لو۔ کہ میں تمہیں ہی نہیں۔ بلکہ تمہارے "شیر پنجاب" کو بھی چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ کسی تحریر و تقریر حضرت کی سے یہ ثابت کردے۔ کہ حضرت نے حیاتِ مسیح کا عقیدہ براہین احمدیہ میں "خدا سے الہام پاکر" تحریر فرمایا تھا۔ کیا کوئی مولوی صاحب کا شاگرد ہے۔ جو اپنے "حضرت مولانا" کے سر سے یہ بوجھ اتارے۔ پس اگر تم میں سے کوئی میدان میں نہ نکل سکے۔ اور ہرگز نہ نکل سکے گا۔ تو پھر بتاؤ۔ کہ آیا مولوی صاحب امرتسری نے صریح کذب بیانی سے کام لیا ہے یا نہیں۔ تف ایسی مولویت پر حیف ایسی مسلمانی پر۔

ہاں اب سمجھ آئی۔ کہ مولوی صاحب ایسی چال کیوں چل رہے ہیں۔ اور کس لئے حضرت پر ایمان نہیں لائے۔ دوستو! اسی لئے کہ حق کو قبول کرنا اپنے پر مصیبت کا پہاڑ اٹھانا ہے۔ ایسے عیش و عشرت کے زمانہ میں یہ مصیبت کون اٹھائے۔ اگر مولوی صاحب حضرت پر ایمان لے آئیں۔ تو زرِ دنیا کہاں سے نصیب ہو۔ خواہ مخواہ چندے گلے پڑ جائیں۔ آئے دن گالیاں سننی پڑیں۔ وہ تو ایسے مسیح کے انتظار میں ہیں۔ جو ان کی جیبوں کو روپوں پیسوں سے بھر دے گا۔ جس طرح پہلے یہود نے مسیح ناصری کا انکار کیا۔ اسی طرح یہ بھی مثیل یہود بن کر انکار کررہے ہیں۔ اور یہودیانہ تحریف سے باز نہیں آتے۔ ثنائی پارٹی کے ممبروں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا براہین احمدیہ میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ درج فرمانا الہامی نہ تھا۔ بلکہ مسلمانوں کا رسمی عقیدہ تھا۔ جیسے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو۔ وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوےٰ نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالےٰ مجھے نہ سمجھادے"

(کشتی نوح صفحہ ۴۷)

پھر اسی طرح اعجاز احمدی کے صفحہ ۶ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے کب اس بات کا دعوےٰ ہے۔ کہ میں عالم الغیب ہوں۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی۔ اور بار بار نہ سمجھایا۔ کہ تو مسیح موعود ہے۔ اور عیسیٰ فوت ہوگیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا۔ جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھولدی۔ تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہوگیا۔ اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔"

اسی طرح کے اور بھی بہت سے حوالجات کتب مسیح موعودؑ سے مل سکتے ہیں۔ پس ان حوالجات کی موجودگی میں مولوی صاحب مخلوقِ خدا کو کس طرح دھوکا میں ڈال سکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ مولوی صاحب اب بھی خدا کے خوف کو مدنظر رکھ کر اور عاقبت کا فکر کرتے ہوئے خدا کے برگزیدہ مسیح موعودؑ پر ایمان لے آئیں۔ ورنہ یاد رکھیں۔ کہ ان کے اپنے مسلمہ معیار کے مطابق ان کی زندگی صادقوں کی زندگی نہیں۔ بلکہ لعنتی زندگی ہے جیسا کہ اخبار "اہلحدیث" میں لکھا ہے:۔

"خدا تعالےٰ جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں۔" (۲۶؍ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ حاشیہ)

اسکی تصدیق مولوی صاحب ان الفاظ سے فرماتے ہیں:۔

"میں اسکو صحیح جانتا ہوں"۔ (اہلحدیث ۳۱؍ جولائی ۱۹۰۸ء)

دوستو! فرزندانِ تاریکی کا ہمیشہ سے یہ شیوہ چلا آتا ہے۔ کہ وہ اہل حق کے مقابل ہمیشہ ابلیسانہ چالوں سے کام لیتے ہیں۔ تا مخلوق خدا کو ورغلائیں۔ مگر مالک رب السمٰوات یہ کب گوارا کرسکتا ہے۔ کہ میرے بندے دامِ ضلالت میں بھٹکتے پھریں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بہتیرا ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ کہ کسی طرح حضرت کو نعوذ باللہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ مگر پچاس سالہ تاریخ کے اوراق اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ شیر قالین شیر کے مقابل ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا۔ اور آئندہ بھی کھاتا رہے گا۔ انشاء اللہ

اے اہل انصاف! غور کرو۔ کہ انسان اس وقت قانونی جرم کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ جبکہ حکومت وقت کی طرف سے ایک قانون رائج ہو۔ اور وہ اسکی خلاف ورزی کرے۔ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ ممانعت سے قبل شراب پیتے رہے۔ آج اگر کوئی مسلمان شراب استعمال کرے گا۔ تو یقیناً وہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانوں کو پس پشت ڈال کر ایک مذہبی جرم کا مرتکب ہوگا۔

بالکل اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود عم وحی اللہ کے نازل ہونے کے بعد کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ حیات مسیح کا عقیدہ اپنی کتب میں تحریر فرماتے۔ تو واقعی مجرم قرار دئیے جاسکتے تھے۔ اور مولویصاحب کا یہ لکھنا بجا تھا۔ کہ "مرزا صاحب نے رسول کریمؐ کی توہین کی ہے۔" لیکن اس صورت میں جبکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو الہاماً بتا دیا۔ کہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہوچکے ہیں۔ مولویصاحب کا اعتراض کرنا فضول اور عبث ہے۔

منصفو! کیوں! اب تو دیکھا رنگ اس عیّار کا
اب تو کہدو کیا یہ موقع تھا اسی گفتار کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا نے چودھویں صدی کے سر پر ایک بندہ کو جو یہی لکھنے والا ہے۔ بھیجا۔ تا اس نبی (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے۔ اور خدا کی توحید اور تقدیس کو دنیا میں پھیلا دے۔"

(نسیم دعوت صفحہ ۷۵)

ایسے مقدس انسان کے متعلق جو آیا ہی اس غرض کے لئے ہو۔ کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے مولوی صاحب کا تحریر کرنا کہ اس نے رسول کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ انصاف کا خون کرنا اور حق و صداقت کا بدترین دشمن بننا نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ آہ! سہ

عقل کے اندھوں کو حائل ہو گئے سُو سُو حجاب
ورنہ تھا قبلہ بہر ا رُخ کافر و دیندار کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسقدر سرشار رہتے۔ کہ چودہ صدیوں میں اسکی مثال ملنی محال ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

" ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد اور زندہ نبی اور خدا کا اعلےٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے۔ جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہ مل سکتی تھی۔" (سراج منیر صـ۷۲ طبع اول)

پھر فرماتے ہیں:۔

" یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے۔ اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے۔ جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اور اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جانگداز ہوئی۔ اسلیے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے۔ جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوٰی کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسی کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا۔ وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ اور اسی کے نُور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم منوّرہ رہ سکتے ہیں۔ جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

پھر اسی طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

" میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے۔ کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے۔ کہ میں نے اسکی پیروی سے اور اسکی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔

پس اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں۔ کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔" (تریاق القلوب صـ۶ طبع اول)

آہ! کس قدر افسوس ہے ان فرزندانِ تاریکی پر جو اپنی کور چشمی کے سبب خدا کے برگزیدہ لوگوں پر طرح طرح کے الزام عائد کر کے اہل حق کے قلوب کو زخمی کرتے رہتے ہیں۔ کاش یہ لوگ پیدا ہی نہ ہوتے۔

ثنائی پارٹی کا گروہ ہو۔ یا کوئی اس کا چیلا معمار کج رفتار اسے میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ جرأت کرے اور میدان میں نکل کر تحریری طور پر اپنے اخبار "اہلحدیث" یا کسی دوسرے اخبار میں اس موضوع پر میرے ساتھ بحث کرے۔ کہ آیا حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا مرتکب کون ہے۔ اور آپ کی عزت کو قائم کرنے والا کون؟

ثنائی پارٹی اور اس کا گروہ یاد رکھے حضرت فرماتے ہیں:۔

" دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور بدقسمتی ہے۔ کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو دشمن مجھے کاٹنا چاہتا ہے۔ اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں۔ کہ کوئی میدان میں نکلے۔ اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے۔ کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا۔ جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو۔ کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے۔ جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کریگا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعا کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں۔ اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔" (اربعین نمبر ۳ صـ۱۶)

اب اگر پھر مولوی صاحب یا ان کے کسی ہم نوا نے اس پر چوں چراں کی۔ تو خاکسار مزید خدمت کرنے کے لئے بھی تیار رہوگا۔ سہ

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ ہدیٰ یہی ہے

(خاکسار خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی)

خریداران بیرون ہند

نیروبی۔ کمپالا وغیرہ افریقہ۔ مشہد ایران و عراق کے خریداران فاروق کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ براہ مہربانی فاروق کا عطیہ جو ان کے ذمہ واجب ہے۔ اور کم از کم دو دو جدید خریدار عطا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(مینیجر فاروق)

توکّل کا مطلب

(از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن)

توکل کے معنے دوسرے کو اپنا وکیل بنانا اور اس پر پورا اعتماد اور بھروسہ رکھنا۔ مگر اصطلاحی طور پر مسلمانوں میں یہ عموماً رزق کے متعلق بولا جاتا ہے۔ یعنی کھانے پینے پہننے خرچ اور ضروریات کے متعلق خدا پر بھروسہ رکھنا کہ وہی دیگا۔ اور اسباب کو کام میں نہ لانا۔ مثلاً جو مزدور سارے دن مزدوری کرتا ہے۔ یا دکاندار صبح سے رات تک اپنی تجارت میں منہمک اور کوشاں ہے۔ اسے کوئی متوکل نہیں کہتا۔ بلکہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ اسباب پر اعتماد کرنے والے ہیں۔ ہاں کوئی شخص کام چھوڑ دے۔ اور اسکی جدی زمین کی آمد یا مکانوں کا کرایہ نہ آتا ہو۔ پھر بھی اسے خدا رزق پہنچا وے تو اسے عرف عام میں متوکل کہتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ یہ معنی بھی درست ہیں۔ مگر اس قسم کے توکل کے کامیاب ہونے کی ایک شرط ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ایسے متوکلین کے لئے یہ حکم ہے۔ کہ فاعبدہ وتوکل علیہ وما ربک بغافل عما تعملون (ہود) یعنی بے شک ہم تم کو توکل کی اجازت دیتے ہیں اور بلا ذریعہ اور سبب کے باعزت روزی تم کو ملے گی۔ بشرطیکہ تم اپنا سارا وقت خدا کی عبادت میں لگا دو۔ اور ہم بھی تصدیق کریں۔ کہ واقعی تم سچی عبادت میں مشغول رہتے ہو۔ بس یہ شرطِ توکل ہے۔ خالی بیٹھے بٹھائے کسی انسان کو توکل کا دعویٰ کرنا یا اس کا خیال کرنا بھی گناہ ہے ہاں وہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دے پھر بے شک رزق کی طرف سے بے فکر ہو جائے خدا تعالےٰ تو جو ہے سو ہے۔ دنیا میں بھی کوئی شخص کسی مالک یا سرکار کا کام اپنے اوپر لے اور دن رات اس میں مشغول رہے۔ یا ان کا نوکر ہو کر سارے وقت کی ملازمت کرے۔ تو وہ بھی تنخواہ دینا یا اسکی پرورش کرنا اپنا فرض سمجھ لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ کیوں نہ ایسا کرے گا۔ پس جو توکل کرنا چاہتا ہے۔ وہ خدا کے کام میں انبیاء کی طرح بکلی مصروف ہو جاوے پھر ناممکن ہے۔ کہ انبیاء ہی کی طرح اسے بھی رزق غیب سے اور بے کمائے نہ ملے۔ ورنہ جو شخص خالی بیٹھا رہتا ہے۔ نہ خدا کا کام کرتا ہے۔ نہ دنیا کا۔ نہ معذور ہے نہ بیمار۔ اس کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ نکما بیٹھ کر توکل کا نام لے۔ وہ گویا خدا تعالیٰ کی صفت رازقیت کے جو ہزاروں پردوں میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھپ کر بندوں کو رزق پہنچاتی ہے۔ پردے پھاڑنا چاہتا ہے۔ مگر خدا کہتا ہے۔ کہ تو میرے پردے نہیں پھاڑ سکتا۔ بلکہ اگر ایسی کوشش کرے گا۔ تو میں خود تیرے پردے پھاڑ دوں گا اور تجھے ذلیل کروں گا۔ اس لئے ایسے فرضی متوکل ہمیشہ ذلیل ہی رہتے ہیں۔ بلکہ فقیر۔ بھنگتے نکھے اور سوالی کہلاتے ہیں۔ برخلاف اس کے انبیاء اور ان جیسے متوکل رزق کریم پاتے ہیں اور جو لوگ ان کو کچھ دیتے بھی ہیں۔ وہ اس میں خود اپنی عزت اور فخر سمجھتے ہیں۔ کہ الحمد للہ ہماری نذر قبول ہوئی۔ پس یا تو کوئی اپنے تئیں اس قسم کا متوکل نہ کہے۔ یا اگر جی چاہتا ہے۔ تو چوبیس گھنٹہ کا نوکر خدا تعالےٰ کا اور اس کے سلسلہ کا ہو جائے۔ پھر دیکھے کہ کیا کیا ملتا ہے۔ اور کس طرح ملتا ہے۔ ایسا شخص یا تیک من کل فج عمیق کی چاشنی بھی چکھ لے گا۔ اور مائدۃ من السماء میں سے بھی حصہ لیگا۔ مذکورہ بالا آیت کے علاوہ یہ آیت بھی توکل کے یہی معنی کرتی ہے۔ و توکل علی الحی الذی لایموت وسبح بحمدہٖ (فرقان) یعنی زندہ اور غیر فانی خدا پر توکل کر۔ وہ اس طرح کہ اسی کی تسبیح اور حمد کو اپنا روزگار بنا لے۔ مختصر یہ کہ تو اس کا کام کر وہ تیرے کام کرے گا۔ اس انبیاء والے توکل سے اتر کر ایک اور توکل ہے۔ وہ یہ کہ روزی کی پردہ پوشی کے لئے برائے نام کچھ کام کرنا ورنہ اصل میں زیادہ وقت خدمت دین میں ہی خرچ کرنا۔ یہ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ والوں کا درجہ ہے۔ اس سے آگے عام مومنین کا توکل ہے۔ جہاں دنیا کی روزی کے لئے عام لوگوں کی طرح وقت خرچ کرنا اور پوری جدوجہد کرنا۔ مگر اصل میں خدا کو ہی مؤثر حقیقی یقین کرنا ضروری ہے۔ یہ ”بر توکل زانوئے اشتر بہ بند“ والوں کا توکل ہے۔ اس سے نیچے اسباب پرستوں کا درجہ ہے۔ وہاں نہ توکل ہے نہ توحید۔ ایسے لوگ قارون کی طرح انما اوتیتہٗ علیٰ علم کہنے والے ہوتے ہیں توکل کے متعلق ایک بات اور یاد رکھنی چاہیئے کہ متوکل صرف اتنے رزق کا یقین رکھے۔ جتنے کی اسے واقعی ضرورت ہے۔ کیونکہ توکل ضرورت کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ عیش کے لئے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ۔ یعنی جو توکل کریگا تو خدا اسکی ضرورت کو رفع کر دیگا۔ یہ ٹھیکہ نہیں۔ کہ اسے عیش کے سامان مہیا کر دیگا۔ اور امیر بھی بنا دیگا۔ یہ باتیں فضل کے ماتحت ملتی ہیں نہ کہ توکل کے ماتحت۔

پیغامی مشن!

اہلِ پیغام غور فرمائیں

ہم مبائع احمدیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی ہو کر خلق اللہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ لیکن غیر مبائع حضرات اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ حضور صرف مجدد یا محدث کی صورت میں اصلاحِ خلق کے لئے آئے۔ اور آپ نبی نہیں تھے۔ اس کے ثبوت میں وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے بعض حوالجات پیش کرتے ہیں۔ گو وہ حوالجات ایسے نہیں جو ہمارے مخالف ہوں۔ اور جن سے حضور کی نبوت کی نفی ہوتی ہو۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ انہیں ”تنکے کا سہارا“ ضرور مل جاتا ہے۔

آج میں ان کے سامنے حکم و عدل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی رکھتا ہوں۔ جس میں حضور نے نہایت وضاحت کے ساتھ مندرجہ ذیل امور بیان فرمائے ہیں۔ اور جن سے حضور کی نبوت بالبداہت ثابت ہوتی ہے۔

(۱) دنیا میں ہمیشہ اصلاح خلق کے لئے نبی آتے رہے

(۲) لوگوں کو ہمیشہ انبیاء کے نمونہ کی ضرورت رہی۔ اور اس کے بغیر اصلاح ناممکن ہے۔ اور یہ نمونہ بجز انبیاء اور کسی طریق سے ممکن نہیں ہو سکتا۔

(۳) اسلام نے اصلاح خلق کے لئے نمونہ اور اسوہ پر بہت زور دیا۔

(۴) ہمیں بھی اللہ تعالےٰ نے اسی لئے مبعوث کیا ہے۔ کہ تا لوگ ہمارا نمونہ دیکھ کر اپنی اصلاح کریں۔

چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

”تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین۔ اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے۔ ...... اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں۔ یا کی جاتی ہیں۔ یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں۔ اور بجز خدا تعالےٰ کے کلام کے جو خاص طور پر قلمبند ہو کر شائع کیا گیا۔ باقی جس قدر مقالات انبیاء ہیں۔ وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہتے ہیں“۔

پھر فرماتے ہیں:۔

”عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا۔ کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے۔ ..... اور جو اپنے دل سے ابلتا تھا۔ وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے۔ اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ ان کو بیمار دیکھکر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے۔ یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے۔ اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے“۔ پھر فرماتے ہیں۔

”اور واردین اور صادرین کی استعداد کے موافق اور ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور ان کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ برائی کو نشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے روکنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو۔ اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونے کی حالت میں متصور ہے۔ اور کسی حالت میں کماحقہٗ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے چندیں ہزار نبی اور رسول بھیجے۔ اور ان کی شرفِ صحبت میں مشرف ہونے کا حکم دیا۔ تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشم دید نمونوں کو پا کر اور ان کے وجود کو مجسم کلام الٰہی مشاہدہ کر کے ان کی اقتداء کے لئے کوشش کریں۔ اگر صحبت صادقین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ اپنے کلام کو بغیر رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بھی نازل کر سکتا تھا۔ یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا۔ اور آئندہ ہمیشہ کے لئے سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کر دیتا۔ لیکن خدا تعالےٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا۔ اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقوے طہارت وغیرہ امور واجبہ میں فرق آتا رہا ہے۔ مقدس لوگ خدا تعالےٰ سے وحی پا کر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں۔ اور یہ دونوں قضیئے باہم لازم و ملزوم ہیں“۔ پھر فرماتے ہیں:۔

”بلاشبہ یہ بات یقینی اور امور مسلمہ میں سے ہے۔ کہ یہ مہم عظیم اصلاحِ خلائق کی صرف کاغذی گھوڑوں کے دوڑانے سے روبراہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے اسی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ جس پر قدیم سے خدا تعالےٰ کے پاک نبی مارتے رہے ہیں“۔ پھر صحابہ کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے مخش بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے۔ اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے۔ کہ اسکی راہ میں پانی کی طرح خونوں کو بہا دیا۔ یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔ سو اسی بناء پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے“۔ (فتح اسلام ص ۱۹ تا ۳۰)

اب ہمارا اہل پیغام سے یہ سوال ہے۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں۔ تو اصلاح خلق بھی نہیں کر سکتے۔ اور اسی طرح حضور کا یہ فرمان بھی کہ جب تقویٰ اور طہارت میں فرق ہو۔ تو مقدس لوگ خدا تعالےٰ سے وحی پا کر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے۔ اور یہ دونوں قضیئے باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اور بغیر نبی کے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ اور خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ اور ان حوالجات کی بناء پر ضروری ہے۔ کہ ہم حضور کو رسول۔ نبی اور مامور من اللہ تسلیم کریں۔

(خاکسار عبد الرحمٰن مبشر (مولوی فاضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیدہ خبریں

—— کراچی ۱۰ر جون۔ کھدارو جاگیر کی جمعیت حزب اللہ نے سندھ منسٹر کو ایک میموریل بھیجا ہے۔ جس میں جاگیردار کے خلاف شدید نوعیت کی مندرجہ ذیل شکایات درج ہیں:— (۱) جاگیردار نے رعیت کو ننگے پاؤں کمانڈو باغ سے کھدارو تک ۷ میل کا سفر کرنے پر مجبور کیا۔ (۲) جاگیر دار نے رعیت کے متعدد افراد کو کئی دن تک برہنہ تن اور بھوکے پیاسے بٹھائے رکھا۔ (۳) جاگیردار نے رعیت کو جرمانے کر کے ان کی وصولی کے لئے نہایت سختی سے کام لیا۔ (۴) جاگیردار نے کئی موقعوں پر رعیت کے ڈھور ڈنگر ضبط کر لئے۔ اور ان کے مالکان سے بھاری رقومات لے کر واپس کئے۔ (۵) جاگیردار نے کئی کسانوں سے زمین کی ساری پیداوار لے لی ہے۔ اور کئی کسانوں کی جائیدادیں ضبط کر لی ہیں۔ (۶) جاگیردار معمولی سی ناراضگی پر کسانوں کو مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی عورتیں اس کے گھر بھیجیں۔ جہاں وہ کئی کئی دن تک حبس بے جا میں رکھی جاتی ہیں۔ اور انہیں اپنی مرضی سے رہا کرتا ہے اس کے علاوہ وفد نے اور بھی کئی شکایات کی ہیں۔ سندھ منسٹری نے وفد کو یقین دلایا۔ کہ جاگیردار کے خلاف تحقیقات کرائی جائے گی۔

—— کراچی ۱۰ر جون۔ کانگرسی وزارتوں کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے سندھ گورنمنٹ کے وزیر مال پیر الٰہی بخش عنقریب کانگرسی صوبوں کے دورہ پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ یو۔پی کا دورہ کریں گے۔ آپ ماہ جون کے اختتام پر روانہ ہوں گے۔ ان کا مقصد دیہات سدھار اور بندش شراب کے متعلق سرگرمیوں کا مطالعہ کرنا ہے۔

—— میسور ۹ر جون۔ میسور کی نمائندہ اسمبلی کے کانگرسی ممبروں نے جن کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ ایک میٹنگ میں اسمبلی کے آئندہ اجلاس کے ایجنڈا پر غور و خوض کیا۔ پارٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ پارٹی متفقہ طور پر اسمبلی میں پیش ہونے والے میسور گورنمنٹ کے اخباروں کے متعلق بل کی مخالفت کرے۔

—— واشنگٹن ۹ر جون۔ ٹوکیو میں متعینہ جاپانی سفیر نے جاپان گورنمنٹ کو لکھا ہے کہ چین کے کھلے شہروں پر بمباری اور جانداروں کی تباہی کی روک تھام کے لئے مؤثر قدم اٹھایا جاوے۔

—— ہانکو ۹ر جون۔ مارشل چیانگ کائی شیک نے ایک بیان جاری کیا ہے۔ کہ آئندہ چینی فوجیں کسی محاذ پر بھی جاپانی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کرے گی۔ بلکہ "گوریلا" طریقوں سے جنگ لڑی جائے گی۔ چینی فوجیں بھی اسی راستوں اور دیگر قدرتی مشکلات کا فائدہ اٹھائیں گی۔ اگر کسی علاقہ پر قابض رہنا ناممکن نظر آئے گا۔ تو چینی فوجی علاقہ کو خالی کر دیا کریں گے۔ اسی طرح سے جان و مال کے نقصان سے بچنے کی کوشش کی جائے گی۔ بیان کے خاتمہ پر جنرل چیانگ کائی شیک نے لیگ آف نیشنز کے ممبر ممالک سے اپیل کی ہے کہ وہ لیگ کے ریزولیوشن پر عمل کریں اور جاپان کے خلاف تعزیرات عائد کریں۔ جنرل چیانگ کائی شیک کی رائے ہے۔ کہ جنگ میں آخری فتح چین کی ہوگی۔

—— نئی دہلی ۱۰ر مارچ۔ مقامی گورنمنٹ نے پنجاب کریمنل لاء ایمنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت ضلع گورداسپور کے قومی کارکن مسٹر چمن لال آزاد ٹبالوی کو ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر صوبہ دہلی سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ یاد رہے۔ کہ مسٹر آزاد چار سال تک بطور شاہی اسیر قید رہے۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں انہیں رہا کیا گیا تھا۔

—— پیرس ۹ر جون۔ آج فرانس کے وزیر اعظم ایم ڈیلیڈئر نے پارلیمنٹ میں اس امر کا اعلان کیا۔ کہ فرانسیسی توپچیوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ آئندہ وہ سپین کی طرف سے فرانس کی سرحد پر اڑنے والے غیر ملکی ہوائی جہازوں کو تنبیہ کرنے کی بجائے ان پر اینٹی ایئر کرافٹ بیٹریوں سے فائر کریں۔ وزیر اعظم کے اعلان کا ہاؤس میں پُرجوش تالیوں سے خیر مقدم کیا گیا۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا۔ کہ ابھی تک اس امر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ کہ آیا فرانسیسی گاؤں پر بمباری کرنے والا جہاز جرمن تھا۔ یا کسی دوسرے ملک کا۔ ماہرین اسلحہ بموں کا امتحان کر رہے ہیں۔ عین ممکن ہے۔ کہ تحقیقات کا نتیجہ ہولناک ثابت ہو۔

—— لنڈن ۹ر جون۔ برطانیہ کے محکمہ پرواز کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ برطانیہ نے مزید ۰۰ ۴ ہوائی جہازوں کی تعمیر کا آرڈر امریکن فرموں کو دے دیا ہے۔ یہ سارے جہاز ہوابازی کی تربیت گاہوں کے لئے مخصوص ہوں گے۔ ائرمشن نے سفارش کی تھی۔ کہ جہازوں کی تعمیر کا آرڈر امریکن فرموں کو دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ائرمشن نے کینیڈا کی فرموں سے بھی گفت و شنید کی۔ لیکن معاملہ طے نہ ہو سکا۔

—— احمد آباد ۱۰ر جون۔ کل مقامی بوچڑ خانہ کے پٹھان بوچڑوں میں کسی بات پر فساد ہو گیا۔ جس کے دوران میں فریقین کی طرف سے لاٹھیوں اور چھروں کا آزادانہ استعمال کیا گیا۔ دو بوچڑ ہلاک اور تین زخمی ہو گئے۔

—— امرتسر ۱۰ر جون۔ مقامی پولیس کے سپیشل سٹاف نے آج شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اور شہیدی سکھ مشن کے دفاتر کی تلاشی لی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس کچھ حساب کی کتابیں اور بعض اجلاسوں کی کارروائیوں کے رجسٹر لے گئی ہے۔

سندھ میں نامزد ممبروں اور آنریری مجسٹریٹوں کا خاتمہ

— کراچی ۱۰ر جون گورنر سندھ نے لوکل باڈیز میں نامزدگیوں اور آنریری مجسٹریٹوں کے سسٹم کو اڑانے کے متعلق بلوں کی منظوری دے دی ہے۔ اس کے بعد سندھ میں کوئی نامزد ممبر اور آنریری مجسٹریٹ نہیں رہے گا۔ اس پر منتخب ممبروں اور خاص کر قوم پرست ممبروں کی طرف سے بھاری مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کراچی کارپوریشن کے ایک سرکردہ ممبر نے اس سلسلہ میں ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ آخر ہمیں ان اصحاب (نامزد ممبروں) سے چھٹکارا حاصل ہو ہی گیا۔ یہ محض "ہز ماسٹرس وائس" تھے۔

—— شملہ ۱۰ر جون۔ گزٹ آف انڈیا میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ کونسل آف سٹیٹ کا آئندہ اجلاس ۵ر ستمبر کو شملہ میں منعقد ہوگا۔

—— کراچی ۱۰ر جون — معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ سندھ نے کراچی میونسپل کارپوریشن کے سر غلام حسین ہدایت اللہ سابق وزیر اعظم کو ۵۵ ۷ مربع گز قطعہ زمین دینے پر اعتراض کیا ہے۔ جب سر غلام حسین وزیر اعظم تھے۔ تو کارپوریشن نے یہ قطعہ جو ان کے بنگلے کے ساتھ ہے۔ انہیں دے دیا تھا۔ اب گورنمنٹ نے کارپوریشن کی اس کارروائی پر اعتراض کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ قطعہ زمین اصل میں گورنمنٹ کا تھا۔ اور کارپوریشن کو ایک ہال کی تعمیر کے لئے دیا گیا تھا۔

—— میانوالی ۱۰ر جون۔ ضلع کے حکام نے سیادہ اور حسینا کی گرفتاری کے لئے ایک ہزار روپیہ نقد اور آٹھ مربعہ جات اراضی کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ پولیس کو دونوں اشخاص کی قتل کی کئی وارداتوں کے سلسلہ میں تلاش ہے۔ اور یہ ڈاکو علاقہ کے لئے دہشت زدگی اور خوف و ہراس کا باعث بن رہے ہیں۔ پولیس باوجود کوشش کے انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

—— لاہور ۸ر جون۔ ایک مقامی اخبار میں مجلس احرار کی طرف سے یہ اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ شہید گنج سول نافرمانی کو بند ہوئے ایک ماہ ہو چکا ہے۔ اب مجلس احرار کو معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اس تحریک میں قید ہونے والے احراریوں کی رہائی کو سیاسی اغراض کے لئے استعمال کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ مسٹر جناح کو اسی مقصد کے لئے پنجاب لایا جا رہا ہے۔ تاکہ اس کی آمد کے بہانے سے قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ اور مجلس احرار کو مسٹر جناح کا مشکور بنایا جائے۔ چونکہ سول نافرمانی سے مجلس احرار کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اسلئے مجلس احرار نے احرار قیدیوں کی ضمانتیں داخل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

—— رنگون ۸ر جون۔ حکومت برما نے ہدایت جاری کی ہے۔ کہ سرکاری ملازموں مثلاً چپڑاسیوں اور جمعداروں کو جو وردیاں دی جاتی ہیں۔ وہ کھدر کی ہوں۔ گورنمنٹ کی طرف سے کھدر کی مانگ پورا کرنے کے لئے ایک کارخانہ کھولا جا رہا ہے۔

—— امرتسر ۸ر جون۔ پولیس نے ایک عورت کرتار کور اور روڑ سنگھ وغیرہ ملزمان کو دلچسپ حالات میں گرفتار کیا ہے۔ واقعات یہ ہیں۔ کہ کرتار کور گلیوں میں تمام دن اس بہانے سے پھرتی رہتی ہے۔ کہ کوئی مکان کرایہ پر لینا ہے۔ بعد میں کسی امیر آدمی کا مکان جس میں وہ اکیلا ہی رہتا تھا۔ ملزمان کرایہ پر لے لیتے تھے۔ کرتار کور مالک مکان کی عورت سے تعلق پیدا کر کے اسے سیر کے بہانے باہر لے جاتی اور ملزمان تمام مال و اسباب

دارالامان کی خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱) ۱۳ر جون ۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت انفلوانزا سے ناساز ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کو بخار۔ دردسر کی سخت تکلیف ہے۔ احباب دردِ دل سے سیدۃ النساء کی صحت و زندگی کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(۳) ۱۳ر جون بروز دوشنبہ خاکسار ایڈیٹر فاروق اپنی اہلیہ مکرم خانصاحب رشید احمد خاں ریٹائرڈ ہیڈ کنسٹیبل کی دختر کو رخصت کرا کے خدا کے فضل سے اپنے گھر میں لے آیا۔ اس تقریب رخصتانہ پر خانصاحب موصوف نے چند احباب سلسلہ کو مدعو کیا۔ اور مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی تشریف لا کر سب احباب سے مل دعا فرمائی۔ احباب کرام دعا فرماویں۔ کہ یہ شادی میرے دین و دنیا و عقبےٰ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ آمین۔

(۴) ۸ر جون ۳۸ء کو میاں عزیز احمد صاحب جن کو فخر الدین ملتانی کے مرجانے سے سزا پھانسی ہوئی تھی۔ اور ہائیکورٹ پنجاب اور پریوی کونسل سے ان کی اپیل خارج ہو گئی تھی۔ گورداسپور جیل میں صبح کے وقت پھانسی دی گئی۔ اور نعش ان کے ورثاء کے حوالے کی گئی۔ جس کو ۹ بجے صبح کے قریب بذریعہ لاری قادیان لے آئے افسران ضلع کی طرف سے کچھ پولیس بھی لاری کے ہمراہ تھی۔ بوجہ بارش ہو جانے کے تدفین میں التوا رہا۔ اس دوران میں بہت سے مردوں۔ عورتوں کو مرحوم کے چہرہ دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ اور بعد نماز ظہر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے باغ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم چونکہ موصی نہ تھا۔ اس لیئے غیر موصیوں والے قبرستان میں دفن کیا گیا

(۵) ۹ر جون کو ملک معظم کے یوم پیدائش کی تقریب پر سلسلہ کے مرکزی دفاتر اور سکولوں میں تعطیل کی گئی

(۶) ۱۱ر جون۔ عصر کے بعد اولڈ بوائز تعلیم الاسلام ہائی سکول نے اس سال فغتھ ہائی کلاس کا نتیجہ نہایت شاندار نکلنے پر جناب مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر کے اعزاز میں دعوت دی۔ جس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی شمولیت فرمائی۔ اکل و شرب کے بعد مولوی صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس کا انہوں نے جواب دیا۔

وصیتیں

ع ۵۰۶۹ ۔ منکہ نصیب خاں ولد بھیکن خاں قوم پٹھان پیشہ زراعت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۷ء ساکن کیرنگ ضلع پوری صوبہ اڑلیہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۷/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد غیر منقولہ بصورت زمین مزروعہ ایک ایکڑ ایک سو چھبیس ڈیسمل (۱۰۱۲۵) جسکی کل قیمت آج کے بازاری نرخ کے مطابق -/-/۳۹۰ روپے بنتی ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ مبلغ -/-/۳۹ روپے کا وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوا اقرار کرتا ہوں۔ کہ اپنے حصہ وصیت کی کل رقم اپنے ہاتھ سے باقساط ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر خدانخواستہ حصہ وصیت ادا کرنے سے پیشتر میری وفات ہو جائے۔ تو میرے ورثاء اس وقت میری جائیداد کے وارث سمجھے جائیں۔ جب وہ بقیہ حصہ وصیت کو ادا کر دیں۔ اور اگر وہ حصہ وصیت ادا نہ کر سکیں۔ تو انجمن احمدیہ کیرنگ میری زمین کو اپنی تاویل میں کاشت کروا کر حصہ وصیت ادا کرنے کے بعد جائیداد مذکورہ بالا کو میرے ورثاء کے حوالہ کر دیں۔ اور میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوئی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں نے انجمن احمدیہ کیرنگ کو اس وصیت کی نقل اپنے ورثاء کے دستخط سمیت دیدی ہے

العبد:۔ نصیب خاں۔ گواہ شد:۔ چودھری بھیکن خاں احمدی۔ گواہ شد:۔ ابو البشارت عبد الغفور مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

ع ۵۰۷۰ ۔ منکہ حافظ محمد امین ولد حافظ کرم دین قوم اوان پیشہ تجارت عمر تقریباً ۸۵ سال تاریخ بیعت سال ۱۸۹۰ء ساکن بھیرہ حال جہلم بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۸/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

(۱) میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی (۳) میری جائیداد حسب ذیل ہے:۔ ایک منزل مکان پختہ واقعہ محلہ اسلامیہ گرل سکول جہلم شہر جس کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے:۔ مالیتی -/-/۳۰۰۰ روپیہ۔ شمال مکان مولوی عبد الحلیم صاحب۔ جنوب مکان فضل کریم درزی۔ مشرق مکان مستری عبد اللہ مغرب۔ شارع عام گلی۔

العبد:۔ محمد امین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد سلیم ولد حافظ محمد امین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ غلام نور بقلم خود ولد حافظ محمد امین۔

ع ۵۰۷۲ ۔ منکہ فضل حق ولد میاں قطب الدین صاحب قوم احمدی پیشہ معماری عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار البرکات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری جائیداد اس وقت ایک مکان سکونتی محلہ دار البرکات میں ہے۔ اور ایک مکان جس کا راس المال ملا کر کل جائیداد کی قیمت مبلغ سولہ سو روپیہ بنتی ہے۔ جس میں ہم دو بھائی اور تین بہنیں اور والدہ حصہ دار ہیں۔ مطابق شریعت میرے حصہ کی قیمت مبلغ چار صد روپیہ بنتی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کے علاوہ میں معماری اور نجاری کا کام کرتا ہوں۔ جسکی اوسط آمدن تقریباً پندرہ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی آمدن کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اگر میں کوئی رقم اپنی جائیداد کی قیمت میں سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں تو وہ رقم جائیداد کی حصۂ وصیت میں متصور ہو گی۔

العبد:۔ فضل حق بقلم خود۔ گواہ شد محمد افضل قریشی دوکاندار بازار ریتی چھلہ قادیان۔ گواہ شد:۔ عبد الغنی برادر موصی۔

ع ۵۰۷۳ ۔ منکہ امۃ الحی بنت سیٹھ محمد غوث صاحب قوم شیخ عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن حیدر آباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۴/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت بصورت نقدی و زیور و پارچہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) نقد -/-/۲۱۹۰ روپے

(۲) زیور -/-/۱۹۳۰

(۳) پارچہ -/-/۳۳۰

جملہ -/-/۴۴۵۰

جملہ -/-/۴۴۵۰ سکہ کلدار۔ میں اس جائیداد کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر آئندہ کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ مجھے دستیاب ہو۔ تو میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ الغرض میرے انتقال کے وقت جسقدر بھی میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میرے قبضہ میں پائی جاوے۔ اس تمام کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان متصور ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی حصہ وصیت ادا کر دوں۔ تو اسقدر حصہ وصیت منہا کرنے کے بعد بقیہ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ اس کے علاوہ اسوقت مجھے اپنے والد کی جانب سے -/-/۱۵ سکے کلدار ماہانہ بطور جیب خرچ ملتے ہیں۔ میں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس رقم کا حصہ آمد عہ/۸ پائی ماہانہ ادا کرتی رہوں گی۔

العبد:۔ امۃ الحی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد معین الدین برادر موصیہ۔ سالار جنگ بلڈنگ حیدر آباد دکن۔ گواہ شد:۔ محمد غوث والد موصیہ ۵۵۵/۱ مچھلی کمان حیدر آباد دکن

ع ۵۰۸۵ ۔ منکہ فتح دین ولد مہتاب دین قوم سیال پیشہ تجارت عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ستمبر ۱۹۱۶ء ساکن قادیان حلقہ ریتی چھلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت ایک مکان مالیتی تین صد روپیہ جس میں میرا ایک بھائی فیروز دین شریک ہے۔ کا نصف حصہ موضع خانخاناں ضلع جالندھر متصل بنگہ میں ہے۔ میرا گذارہ دریاں وغیرہ لا کر بیچنے کی آمد پر ہے۔ جو کہ اوسط پانچ روپے ماہوار ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں۔ لہذا میں مکان کے نصف حصہ مالیت -/-/۱۵۰ روپیہ جو کہ میری جائیداد ہے اور اپنی ماہوار آمدنی کے دسویں حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی جائیداد علاوہ وصیت کردہ کے ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ فتح دین سیال۔ گواہ شد:۔ نور الدین تاجر محلہ